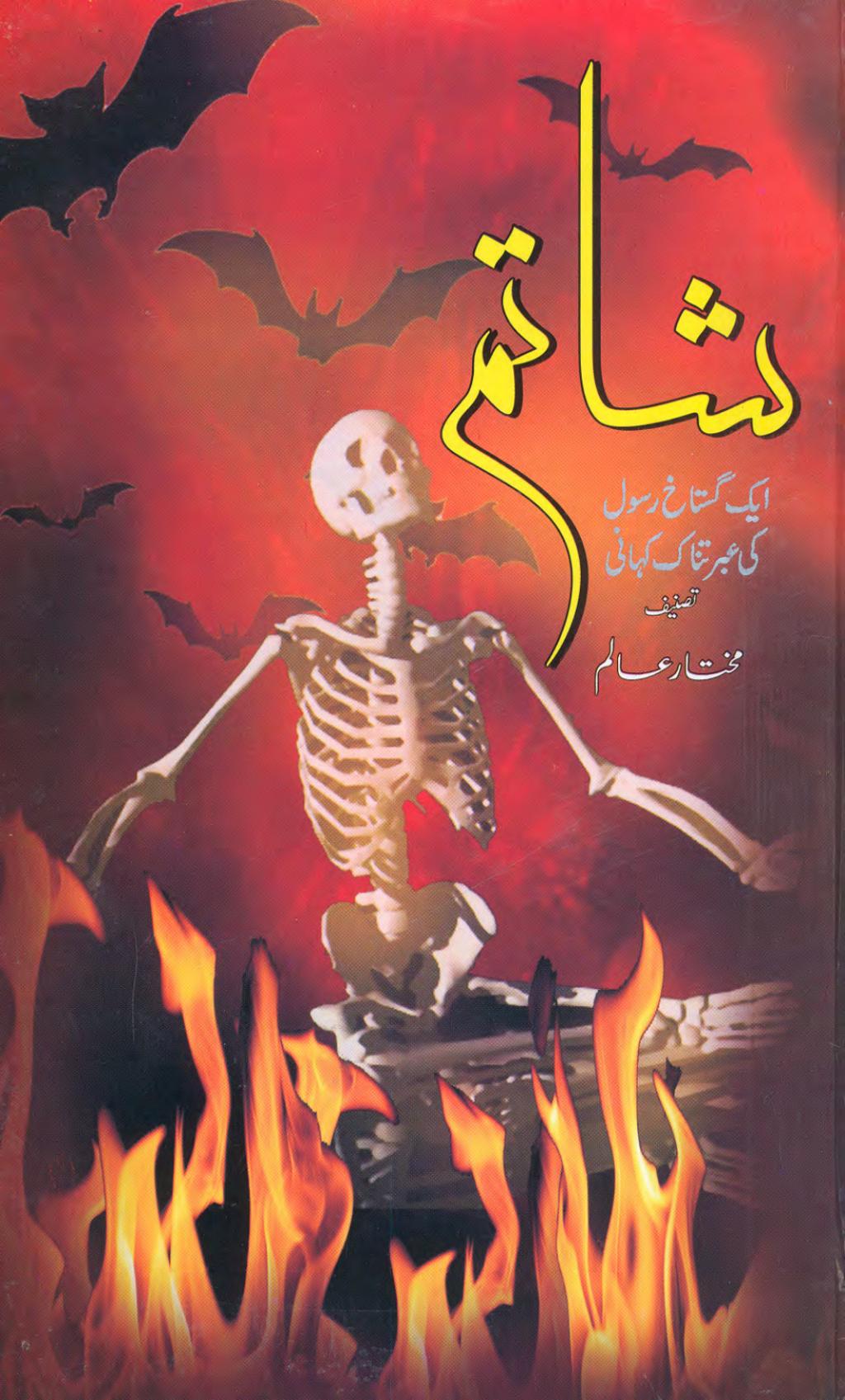


لشانِ کمر

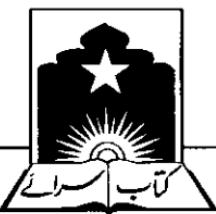
ایک گستاخ رسول
کی عبرتاک کہانی
تصویف
مختار عالم





شام

کتاب رائے



کتاب رائے پبلیشورز، ذہنی بیوپر، مشیران کتب خانہ جات

احمد مارکیٹ، غزنی شریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان
فون: 042-37239884 فکس: 042-37320318



شام

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ء۱۴۳۳ ہجری ۲۰۱۲ء

نام کتاب : شاتم
 تصنیف : مختار عالم
 اہتمام : بیت الحکمت، لاہور
 مطبع : میشو پرنسپلز، لاہور

فضیلی
 فضیلی بارکات ریس پرنسپلز
 اردو بازار، نزد روئی یوپا کستان، کراچی۔
 فون: 32212991-32629724



انساب

اُس احساس کے نام
جسے تمام شا تمیں رسول کا انجام
عبرت ناک ہونے کا یقین ہے

کہانی کی عجب کہانی

میرا تعلق فونِ لطیفہ سے ہے۔ اس کے بعد کیوس سے زیادہ تھی۔ وہی میں جان دیکھ کر میڈیا کی طرف کھینچا آیا۔ لیکن کبھی بھی لکھاری نہیں رہا۔ کچھ عرصہ پہلے عمرہ کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ ایک دوست بھی ساتھ جا رہے تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے ”سنا ہے کہ میں ایک جلال محسوس ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ میں جمال!“ اُس وقت رات کے نوبجے تھے اور جدہ کے لیے روانگی علی اصلاح تھی۔ مجھے کچھ ضروری سامان بھی خریدنا تھا۔ لیکن اس سوال کے سنتے ہی میرے حواس گم ہو گئے۔ میں نے دوست سے مغدرت کی اور اپنی کرسی پر آبیٹھا۔ بھلا کہ میں کیسا جلال؟ وہاں تو ما تھا بیک کر، ملتزم (خانہ کعبہ کے دروازے کی چوکھت) پکڑ کر، دو آنسو بہا کر قرار آ جاتا ہے۔ لیکن روضہ رسول پر کس منہ سے جاؤں گا۔ میں تو فونِ لطیفہ کا آدمی ہوں۔ میڈیا سے تعلق ہے۔ خاکے بنانے والوں اور فلمیں

بنانے والوں کا مقابلہ تو میرے ذمہ تھا۔ اتنے سال کیا کیا؟ کوئی جواب نہ تھا۔ دوسری طرف احادیث و روایات میرے ذہن میں وارد ہونے لگیں۔ فضیلت حضرت حسان بن ثابت کا باب گویا پہلی بار سمجھ میں آیا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جواب ضرور دیا جائے گا۔ فلم ضرور بنے گی اور کہانی بھی ابھی لکھی جائے گی۔ اسی وقت قلم ہاتھ میں لیا۔ جسم پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ فجر سے پہلے کہانی مکمل تھی۔ جسے میں نے فوراً سامان میں ساتھ رکھ لیا۔ شاید حاضری کا بہانہ مل گیا تھا۔

یہ کہانی بنیادی طور پر فلم بنانے کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کا سکرین پلے بھی مکمل ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ وسائل مکمل ہوتے ہی فلم پر کام بھی شروع ہو جائے گا۔ لیکن آپ کے زیر نظر وہ اصل کہانی ہے جو اُسی رات کی آمد ہے۔ اس میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

گوکہ اس کہانی کے تمام کردار فرضی ہیں۔ لیکن اگر کسی گستاخ رسول کو یہ کہانی ایسے لگے جیسے اسی کو دیکھ کر لکھی گئی ہے تو میں اُس سے بالکل معذرت نہیں کروں گا۔ بلکہ اُسے نصیحت کروں گا کہ اس کہانی کا انعام اُس کی زندگی میں اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے۔

غیر مسلموں اور انسانیت کے علمبرداروں کو یہ پیغام ضرور دینا چاہوں گا کہ اپنے ہاں Blasphemy کی موجودہ تحریکوں کو پناہ نہ دیں۔ تہذیبوں کو چند گندے دماغوں کی وجہ سے Clash کی طرف مت لے جائیں۔ مسلمانوں میں بھی بہترین آرٹسٹ موجود ہیں۔ لیکن ہمارے نبی کی تعلیمات نے ہمیں کسی کے

جو ہے خدا کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے اور یہ مسلمان کی شان ہے کہ اُس نے آج تک اپنے دشمن ملک کے کسی بت کا بھی کارروں نہیں بنایا کیونکہ ہمیں اس کی اجازت نہیں۔ البتہ وہ شخص یا وہ قوم جو ڈھنائی کے ساتھ نبی کریمؐ کی توجیہ پر قائم رہے تو پھر اپنے معاملے میں ہمیں کسی بھی ایسی بحث سے زیادہ تباہ کن پائے گی۔ ان

شاء اللہ

ختار عالم



”شاتم“، محض ایک ناولٹ نہیں!

از قلم: حامد کمال الدین

مدیر سہ ماہی ایقاٹ

کرب بذاتِ خود ایک واقعہ ہے، اور کرب کو زبان ملنا اس سے بڑا واقعہ۔ پھر زبان بھی وہ جو احساس کی پوری تجسم کرتی ہو.....! ڈاکٹر مختار عالم کی یہ تحریر دیکھئے تو یہاں ایک ایسا کرب ہے جس کو باہر آنے کے لیے ان گنت پیرائے درکار تھے مگر تاحال اس کو ایک عدد ناولٹ ہی میسر آسکا ہے.....! اس کی تہہ میں اتریں تو یہاں ایسے بیکران جذبات و احساسات ہیں کہ ان کے اظہار کے لیے جملہ اصنافِ ادب ناکافی رہ جائیں۔

دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے کرب کو حوالہ کیا حاصل ہے؟ مختار عالم کی تحریر اپنی بہت سی اثر انگلیزی دراصل اسی نقطے سے لیتی ہے؛ یعنی رسالت مآب مدد اللہ

سے اس کا ایک ناقابل بیان رشتہ! یہ وہ چیز ہے جس کا اندازہ آپ ان نا تھے پیانوں سے کرہی نہیں سکتے جو اس جہان محدود میں رائج اجتناس کے لیے مخصوص ہیں! اس کے لیے آپ کو اس مادی دنیا سے بلند ہو کر ایک دسیع جہان سے آشنای پانا ہوتی ہے، جس کو عرفِ عام میں ”ایمان“ کہا جاتا ہے۔ ”ادب“ کو آج یہ جہتیں بالعلوم حاصل نہیں ہیں اور اس سبب سے نیم ججازی تو کیا اقبال ایسی نابغہ روزگار شخصیت بھی ”ادب“ کے جغا دریوں سے کوئی بڑی سند پانے میں ناکام رہتی ہے! دورِ حاضر کا ادب ”اسلوب“ اور ”قواعد“ سے بڑھ کر کچھ مخصوص ”قدروں“ کا پابند ہے اور ان قدروں سے خروج کر لینا خود بخود آپ کو ”داررہ ادب“ سے باہر لے جاتا ہے! شاید آج کا ایک برا چیلنج ہی یہ ہے کہ ”ادب“ کو اس سے ملحقہ ہے مقصدیت سے آزاد کرایا جائے۔ ”عبد“ کو ”ادب“ سے وہ خصوصی نسبت نہ رہنی چاہیے جو کہ اس کو آج حاصل ہے۔

اور جہاں تک اعلیٰ قدروں کی بے خلی کی بات ہے تو یہ مسئلہ آج ہمیں صرف ادب نہیں بلکہ ”تخلیق“ کے جملہ شعبوں میں درپیش ہے۔ خود مختار عالم کا میدان بنیادی طور پر تحریر نہیں۔ شعبہ فونِ لطیفہ کا یہ فارغ التحصیل دراصل آرٹ اور ابلاغ کا آدمی ہے اور اس لحاظ سے وہ اپنے مافی اضمیر کی اور بہت سی کامیاب اور جاندار صورتیں اپنے پاس رکھتا ہے۔ خدا کرے کہ مختار عالم کا یہ کرب جسے ہم ”شاتم“ کے زیر عنوان فی الحال کتابی صورت میں دیکھ رہے ہیں بہت جلد اپنے وہ سب پیرا، ان اختیار کرے جو ہمارے اس آرٹ کی نظر میں ہیں۔ اس کی نظر اسلامی تخلیق کے افق پر، خصوصاً الیکٹرائیک میڈیا کے شعبے میں، بہت دور دور

تک دیکھ رہی ہے۔ میں جب بھی اس پر عزم شخص کو دیکھتا ہوں، دل سے دعائیتی ہے یہ آدمی جلد ایک قافلہ بنے!

الخاد اور زندقہ جس طرح آج اس ملک کی ادبی و ثقافتی زمین پر قبضہ کرتا جا رہا ہے وہ سمجھداروں کے ہوش اڑادینے کے لیے کافی ہے۔ اس بلاکو اس کے حال پر چھوڑ رکھنے کی صورت میں ہمیں یہاں جن روح فرسا احوال کا منتظر رہنا چاہیے، اس کا ادراک بہت کم لوگ رکھتے ہیں اور اس سے خبردار کرنے والے اس سے بھی کم۔ ڈاکٹر مختار عالم ان معدودے چند افراد میں ہیں جو اس عفریت سے نہ صرف قوم کو خبردار کرتے ہیں بلکہ خود تیار ہیں کہ اس سے دودو ہاتھ کریں۔ وہ چیلنج جو آج ہمیں درپیش ہے گو بہت بڑا چیلنج ہے اور اس کے شعبے شمار سے باہر ہیں، پھر بھی ڈاکٹر مختار عالم کا میدان ان اہم ترین میدانوں میں سے ایک ضرور ہے؛ اور ہم ان کی کامیابی کے لیے صدقی دل سے دعا گو ہیں۔



کچھ اس کتاب کے بارے میں

از قلم: پروفیسر محمد یوسف عرفان

تاریخ اسلام قرآن اور صاحب قرآن کی تفسیر ہے۔ جس کے چار ادوار
ظہور، عرض، زوال اور احیاء ہیں۔ موجودہ دور احیائے اسلام کا ہے۔ جس وقت
خلافت عثمانیہ قبل اسلام کے قبائلی، علاقائی، نسلی اور سماجی تعصبات کے باعث تقسیم
ہو رہی تھی، اس وقت ہندوستان میں قومی، ملی یا بھتی کے تحت تحریک خلافت چل رہی
تھی۔ تحریک خلافت کا ملی شر نظریاتی پاکستان کا قیام ہے۔ جو انگریز سرکار اور بہت
پرست ہندو عوام کی مرضی اور پالیسی کے خلاف وجود میں آیا۔ اسی طرح نظریاتی
پاکستان کا افغان جہاد کی سر پرستی کرنا اور جو ہری طاقت بننا عالمی اتحادی ممالک
کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ افغان سر زمین مزاحمتی جہاد اور مقاتلتے
کا مرکز ہے۔ اتحادی ممالک کو عام اسلام میں سازشوں اور حملوں کے باوجود شدید
عسکری مزاحمت کا سامنا ہے۔ اتحادی ممالک کو افغانستان، لبنان، عراق اور
فلسطین وغیرہ میں فوجی شکست نے انھیں باوقایہ اور دیوانہ کر دیا ہے اور انھوں نے

یورپ، امریکہ اور افغانستان وغیرہ میں قرآن اور صاحب قرآن کی توہین کو معمول بنا دیا ہے۔ غیر اتحادی ممالک نے سلمان تاثیر، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرين جیسے گستاخان رسول کی سرپرستی کر رکھی ہے۔ قرآن جلائے اور صاحب قرآن کے خاکے بنائے اور اڑائے جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام میں قرآن اور صاحب قرآن کی توہین کی سزا موت ہے مگر آج مسلمانوں کی بے بسی اور مجبوری جلے جلوس اور مظاہرے میں ڈھلن گئی ہے۔ ممتاز قادری اور عامر عبد الرحمن چیمہ بہت تھوڑے ہیں البتہ ڈاکٹر مختار عالم کی کتاب ”شاتم“ نے نیم جازی کی یاددازہ کر دی۔

شاتم مغربی خاکہ ساز کے عبرتاک انجام کی پچی رو داد ہے۔ مصنف نے شاتم کی ہنی و نفیاتی کیفیات کو خوبصورتی سے قلمبند کیا ہے۔ مغربی اور صہیونی و صلیبی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ نیز جا بجا تاریخ اسلام کے واقعات اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کو اجاگر کیا ہے۔

مسلمان دنیا کی سب سے زیادہ روادار، مفسار اور پاکباز قوم ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیم انصاف انسانی مساوات اور مواخات کی ہے کیونکہ قرآن نے تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد قرار دیا ہے۔ نیز مسلمانوں کا رب تمام جہانوں یعنی دنیاوں کا خالق، مالک، قادر اور رازق ہے جبکہ مسلمانوں کے نبی تمام جہانوں کے لیے رحمت اور راہنمابنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے اللہ اور رسول ﷺ کی رحمت اور ہدایت مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ لاحدہ و منفرد ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اولاد آدم مسلم اور غیر مسلم اقوام میں منقسم ہے جبکہ امت مسلمہ کو بہترین امت اور تمام غیر مسلم اقوام کو ایک علیحدہ اور

جدا گانہ امت قرار دیا ہے۔ اسلام تبلیغی مذهب ہے اور تبلیغ کے لیے قرآن و سنت پر مبنی بہترین عمل کو خشت اول گردانا جاتا ہے۔ لہذا اسلام کے بہترین وارث مسلمان سے زیادہ قرآن و سنت کے رہنمای اصول ہیں۔ جن کو اپنانے میں کامیابی اور انکار میں ناکامی ہے۔ قرآن نے اولاد آدم کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا طبقہ اصحاب الہیمین دائیں بازو والے Rightist اور دوسرا طبقہ اصحاب الشہمال باعیں بازو والے Leftist اور تیسرا طبقہ مقربون کا ہے جو خلوص نیت کے باعث قرآن و سنت کی عملی تفسیر ہیں۔ اسلام کی تبلیغ و توسعہ میں مقربون کا اہم ترین کردار ہے۔ کیونکہ ان کی تعلیم و تبلیغ رب العالمین اور رحمتہ للعالمین کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور یہی مقربون اولیاء اللہ اور عرف عام میں صوفیاء کرام کہلاتے ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ غیر مسلموں کے لیے رواداری اور ملنساری سے بھری پڑی ہے۔ ایران و روم کے عالمی حکمرانوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بعض اور عناد کے باعث نوزائیدہ اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے حملے کیے اور شکست کھائی جس کے باعث ایرانی اور رومی استعمار کا خاتمه ہوا اور اس طرح ایشیا اور یورپ کی کئی مظلوم اقوام کو قیصر و کسری کے بے رحم اور غیر انسانی نظام حکومت سے نجات ملی۔

اسلام رنگ، نسل، زبان، علاقہ، قبیلے، کلچر اور زمین یعنی دھرتی ماتا کا پابند نہیں۔ اسلام جہاں گیا، وہیں کا ہو رہا۔ اسی لیے اسلام کو پروپیگنڈا بلکہ ہر دلیلی کہا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین، اموی اور عباسی خلفاء آدھی دنیا سے زیادہ ربیعے پر

حکمران رہے۔ ان کی سلطنت میں غیر مسلم رعایا کی اکثریت تھی۔ جن کو معمولی مالی تعاوون کے عوض جانی، مالی، مذہبی، سماجی، معاشی بلکہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ میسر تھا۔ ان کے حقوق اور ریاستی فرائض مساوی تھے اور ان کے حقوق کے ضمن میں مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری دو گئی تھی۔ مسلمان رعایا پر قرآن و سنت کا نفاذ تھا اور غیر مسلم اقوام اپنے مذہبی قوانین کے تحت آزادانہ اور جدا گانہ زندگی گزارنے کا حق رکھتے تھے۔ ان کے آزاد اور جدا گانہ شخص اور تحفظ کی ذمہ داری مسلمان حکمرانوں کی تھی اور اسی اضافی سرکاری ذمہ داری کے باعث غیر مسلم رعایا ذی کہلاتی تھی۔ مسلمان حکمرانوں اور رعایا کی قبر آن و سنت پر مبنی روادار پالیسی کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان کم و بیش ہزار سال ہندوستان کے حکمران رہنے کے باوجود دارالحکومت دہلی میں تاحال اقلیت ہیں۔ سومنات کا مندر محفوظ ہے مگر ہندو راج کے ۵۰ سال میں بابری مسجد منہدم کر دی گئی۔ یہی کیفیت انگلیس کی ہے یہاں مسلمان حکمران اور رعایا نابود ہو گئے مگر غیر مسلم عیسائی اور یہودی کروفر کے ساتھ باقی رہے۔ مشرقی یورپ کم و بیش ۵۰۰ سال ترکی کے عثمانی خلفاء کے ماتحت رہا۔ جبکہ آج مشرقی یورپ میں ایک بھی عثمانی مسجد موجود نہیں مگر مذکورہ علاقوں میں ہزار سال پرانے گرجا گھر موجود ہیں۔ انگلیس اور ہندوستان میں مسلمان آج بھی اقلیت ہیں۔ یونیورسٹی، گجرات اور انگلیس کی مسلم نسل کشی تاریخ عالم کا تاریک باب ہے، مذکورہ علاقوں میں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی اور ہندو بنانے کی حکمت عملی کا فرماء ہے۔ تاریخ اسلام میں غیر مسلم عوام کی نسل کشی اور جبری مسلمان بنانے کا ایک بھی واقعہ نہیں۔ مسلمانوں کی مجموعی پالیسی انتقام کے بجائے رواداری، نزی

اور فراغتی کی ہے اور یہی پالیسی کامیاب اور بامداد ہے جب اتحادی ممالک نے افغانستان پر حملہ کیا کہ مجاہد طالبان حکومت نے امریکی و یورپی قیدی مرد اور خواتین اللہ کی راہ میں رہا کر دیے اور کہا کہ مذکورہ قیدیوں کے ممالک سے ہماری کھلی جنگ ہے اور غم و غصے کے باعث ہم شاید قیدیوں کے ساتھ الصاف نہ کرسکیں۔ مذکورہ قیدیوں نے رہائی کے بعد اسلام قبول کیا اور اپنے ممالک میں اسلام کے موثر مبلغ بن گئے۔ اتحادی ممالک کی قرآن اور صاحب قرآن کے خاکہ بازی کا جواب مظاہروں کے علاوہ ”شاتم“ جیسی مدلل اور مسکت کتاب ہے جو مسلمانوں کی ذہن سازی کے ساتھ ساتھ مغرب کے گھناؤ نے کلپر کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ یہ کتاب مسلم اور غیر مسلم کی زندگی کا بہترین موازنہ پیش کرتی ہے۔ ڈاکٹر مختار عالم کی کتاب شاتم بارش کا پہلا قطرہ ہے۔ اس نجح پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آگینہ رنگ تیرے وجود میں حباب

☆☆.....☆☆

شاتم

ایک غیر انسانی ماحول میں پلنے والے ایسے بچے کا افسانہ حیات کیا ہو سکتا ہے جو بچپن ہی سے غیر ضروری قوت برداشت پیدا کرتے کرتے اچانک ایک ایسا طرز زندگی اختیار کر بیٹھتا ہے جو سراسر معاشرے کے دیے ہوئے رذ عمل پر منی ہوتا ہے۔ وہی رذ عمل جو اس معاشرے میں والدین سے اولاد کو وراثت میں ملتا چلا آتا ہے۔

جارج کی ماں ایک بہت پڑھی لکھی خاتون تھی لیکن اس کی وجہ شہرت فلموں کے سکرپٹ اور کمرشل ناول بنے۔

یہ عورت جنسی بے راہروی کے شکار، ایک نام نہاد مہذب معاشرے (Sex Free Country) میں ایک ایسی ہستی تھی، جس کے لیے مرد اور عورت کی تفریق صرف دوجسموں یا جنسوں کے تضاد کے سوا کچھ نہیں۔

جس کے لئے اپنی ہر ہوس کا پورا کرنا ہر وقت ممکن تھا..... اور درست بھی۔

چھوٹے جارج کے بارے میں غالباً اس کی ماں کو بھی پتہ نہ تھا کہ اس کا باپ کون ہے شاید اسے اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ جارج کی پیدائش کے وقت ہسپتال سے ملنے والے فارم میں ولدیت کا خانہ موجود نہیں تھا۔

اس معاشرے میں یہ بات کسی عورت کے لیے باعث شرمندگی نہیں ہوتی۔ لہذا اس کو جارج کی ماں نے بھی اپنی آمدنی کا ایک ذریعہ بنالیا تھا۔

”در اصل تم ہی اس کے باپ ہو، کم از کم آج ایسٹر پر اسے نئے تھنے تو دلا دو۔“ اس نے اپنے ایک آشنا سے کہا۔

یہی نقرہ جارج کے ڈنی انتشار کا باعث بنا تھا جو اس کی ماں مختلف آشناوں سے بولتی اور اس طرح ملنے والی رقم ذاتی عمیاشی کے لیے رکھ لیتی اور جارج کے حصے میں آتا صرف احساسِ محرومی۔

وہ ہر روز چھپ کر اپنی والدہ کو حیا سے گریز کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دیکھتا اور جب اسے تخلیے کے لیے اشارہ کیا جاتا تو اس کے ذہن میں ایک ہلچل سی بچ جاتی۔ شروع شروع میں اسے بہت غصہ بھی آتا مگر مغربی سماجی ضابطے کے مطابق اس کی عادت ڈالنا تھی۔ لہذا کچھ ہی عرصے میں یہ غصہ صرف کڑھنے تک محدود ہو گیا۔ اب جارج کی توجہ گھر میں موجود بہت سی بے ہودہ کتابوں پر مرکوز ہونے لگی اور اسی شوق نے اسے لائبریریوں سے روشناس کرایا۔ بے ہودہ لڑپچر کی چوری اس کا اولین مشغله بن گیا، ایک دن جب اسے کتابوں کی دکان سے مار کر نکالا گیا تو بلا وجہ دیر تک سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بیٹھا رہا اور پھر بکھرے بالوں والے اس شخص سے متاثر ہوا جو آدمی رات تک

بانسری بجا کر بھیک میں ملنے والے سکے جمع کرتا اور پھر بقیہ رات کسی ایسے ”مرد“ کے ساتھ گزار دیتا جہاں اسے شراب میسر آنے کے علاوہ صح چند ڈال کی آمدنی بھی ہو جاتی۔

جارج نے جب اس ہم جنس پرست کو اپنا تعارف اپنی ماں کے حوالے سے کروایا تو وہ چونک اٹھا۔

”اے لڑکے!! تم اتنی عظیم ماں کے بیٹے ہو؟ لیکن میں سوچتا ہوں بھلا تمہارے باپ کا نام کیا ہو سکتا ہے؟“ اُس نے سوالیہ نظر وہ سے جارج کو دیکھا۔ ”یہ تو شاید میری ماں کو بھی معلوم نہیں،“ جارج نے خیالی انداز میں جواب دیا۔
چلو چھوڑو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

پہلی بار جارج کو اس شخص کی مصاہبت میں ڈھنی ہم آہنگی اور سکون کا احساس ہوا.....

”کیا میں تم سے موسیقی سیکھ سکتا ہوں؟“ جارج نے اس شخص سے روابط بڑھانے کی کوشش کی۔

”ارے کیوں نہیں؟“ ہم جنس پرست موسیقار نے گرم جوشی سے کہا ”تم جیسے چند لڑکے مجھے اور مل جائیں تو جلد ہی میں اپنا ایک گروپ بناسکتا ہوں اور پھر ایک کلب Music & Sex یہ میری دیرینہ خواہش ہے..... جس سے بھر پور موسیقی۔“

جارج کو یہ خیال پسند آیا، جس کا اظہار اس نے روایتی طریقہ سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کیا:

”بس تو پھر آج سے ہی اپنا کام شروع کرتے ہیں.....“

حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ 10 سالہ جارج کو اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پہلی بار ایک عجیب سی کراہت کا احساس ہوا کیونکہ ابھی اس کا ذہن حقیقی پر انگریز سے آشنا نہیں ہوا تھا یہ محض آغاز تھا۔

لیکن چند ہی دنوں میں یہ احساس جاتا رہا اور وہ ہم جنس پرستی کی دلدل میں دھستا چلا گیا۔

”کیا تم مجھے اپنی ماں سے ملواؤ گے؟ یقین کرو میں اس کے لیے بالکل بے ضرر ہوں،“ موسیقار نے ایک روز جارج کو آنکھ مار کر کہا۔

”کیا مضاکھہ ہے؟“ جارج نے کہا ”تم اسے کیا نقصان پہنچا سکتے ہو؟ نقصان تو تمہارا ہو سکتا ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی دن بھر کی کمائی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“

دونوں مل کر دیر تک ہنستے رہے۔ اسی طرح دونوں کی دوستی گہری ہوتی چلی گئی۔

ایک روز موسیقار کسی تکلیف میں باتلا تھا۔ جارج کے دریافت کرنے پر وہ ٹال گیا، لیکن ہر ممکن علاج کے باوجود مرض بڑھتا ہی چلا گیا۔

اس کی معاشی حالت بھی بہت خراب ہو چکی تھی۔ مجبوراً جارج اسے ایک خیراتی ہسپتال میں لے گیا جہاں جا کر پتہ چلا کہ موسیقار ایڈز کا شکار ہو چکا ہے۔

”کون ہے تھیں اس اس عذاب میں باتلا کرنے والا؟ مجھے اس کا نام بتاؤ؟“ جارج کے دل میں حیرت انگیز انتقامی جذبات پیدا ہونے لگے۔

جارج کی کرید جاری رہی، لیکن موسیقار بوجوہ اس مجرم کا نام بتانے سے گریز کرتا رہا، جس نے اسے یہ مہلک روگ عطا کیا تھا۔

آخر ایک روز مفلس و قلاش موسیقار نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا، اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ موسیقار کو اپنا انجام صاف دکھائی دینے لگا تھا۔ اور دم آخر اس نے تاسف بھرے لبجے میں اس شخص کا نام بتایا جسے سنتے ہی جارج کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

وہ نام عزت ماب پادری ”جوزف“ تھا۔

”کیا؟؟؟“

ہاں ”پادری جوزف“

نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں میں اس کا جینا حرام کر دوں گا۔“

جارج کا حیرت، دکھ اور غصے سے دم گھٹنے لگا۔ کسی کو معلوم نہ ہوا اور یہ لمحہ جارج کی کائنات بدل گیا۔

آخر کار موسیقار اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا اور اس کی زندگی کے چراغ کی لوڈ ہم ہوتے ہوتے دم توڑ گئی۔

یہ انجام اگرچہ غیر متوقع نہیں تھا تاہم جارج اپنے پسندیدہ شخص کو سکسک کر دم توڑتے دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوا۔

موسیقار کی المناک موت نے جارج کے کچھ ذہن میں ہلچل مچا دی اور اس نے اپنے دکھ کا اظہار ایک ایسا حیرت انگیز نغمہ تخلیق کر کے کیا ہے سن کر اس کی شہرت یافتہ ماں حیرت کے سمندر میں ڈوب گئی۔

”کیا تم نے اس کی موسیقی بھی خود ترتیب دی ہے؟“ ماں نے حیرت سے

پوچھا۔

ہاں! جارج کا یہ جواب سنتے ہی ماں نے سنجیدگی سے کہا:

”تمھیں کل ہی میرے ساتھ اسٹوڈیو چلنا ہو گا، میں تمھیں اس کے مالک سے ملوادی گی، جلد ہی تم اس انڈسٹری کا ایک بڑا نام بننے والے ہو، البتہ اس کے لیے مجھے اپنے سارے تعلقات بروئے کار لانے ہوں گے۔

”لیکن ماں مجھے ابھی کافی جانا ہے“ جارج نے ملتیجانہ لبجے میں کہا۔

”بیوقوف! وہ بھی ہوتا رہے گا پہلے تمھیں انڈسٹری کو سر کرنا ہے، اس میں مضبوطی سے قدم جمانے ہیں۔ میں ہمیشہ جوان نہیں رہوں گی اور اپنی چمک دمک سے مردوں کو متاثر نہیں کر سکوں گی۔

بالآخر یہ بات جارج کی سمجھ میں آگئی۔

☆☆.....☆☆

پہلی بار اسٹوڈیو میں اپنی ماں کو اس گندے ماحول میں اہم کردار ادا کرتے دیکھ کر جارج کے چہرہ پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

یہی شب دروز تھے، یہی دیوار در اور یہی ماحول تھا جہاں جارج نے جوانی کی ایک ایسی دہیز پر قدم رکھا جہاں محبت کی پاکیزگی شیطانیت کے قانون میں دامی موت کی سزا پاتی ہے۔

☆☆.....☆☆

درختوں سے گھرے گرجا کی بلند و بالا عمارت سے باہر نکل کر قادر فرعنیڈس

علیٰ اصحح ہی سیڑھیوں پر آبیٹھتا، اسے اپنے اردو گرد انگھیلیاں کرتی چڑیوں کو دانہ کھلانا بھلا لگتا تھا۔ پھر جب گرجے کی گھنٹیوں کی آواز سے چڑیاں اڑ جاتیں تو فادر فرینڈس کی آنکھیں اس راستے پر نک جاتیں، جہاں سے کبھی کبھار چند بوڑھے سیر کرتے ہوئے چرچ کی طرف بھی آنکلتے تھے۔ فادر فرینڈس انہیں ہمیشہ بہت خوش دلی سے ملتا۔

ان بوڑھے مرد و خواتین کے علاوہ فادر کو کبھی کبھار چرچ کی سیڑھیوں پر ایک اور تحفہ بھی ملتا، کوئی نومولود بچے، جسے فادر فرینڈس محبت سے لا کر چرچ کی نن کے حوالے کرتا اور اس کے بارے میں بڑے شفقت بھرے لمحے میں دعا کرتا۔ ایسے بچوں کے ساتھ اکثر ماں کا ایک اعتراضی خط بھی ہوتا جسے لکھ کر اس معاشرے کی عورت اپنے آپ کو تمام گناہوں سے آزاد سمجھ لیتی۔

☆☆.....☆☆

آج خلاف معمول فادر فرینڈس رات کے آخری پھر مقدس مریم کے مجستے کے سامنے آ کھڑا تھا، نجانے کیوں وہ آج ماتما کے ایسے گھرے جذبات کو اپنے اندر جا گئے ہوئے محسوس کر رہا تھا وہ پوری زمین پر محبت کی فصل اگانے کے لیے کوئی بھی قربانی دینے کے لیے تیار تھا۔ اسے مقدس مریم کے چرے پر ایک مسکراہٹ بکھرتی ہوئی نظر آنے لگی، وہ محیت کے عالم میں تھا جب اسے ایک بچے کے روئے کی آواز نے چونکا دیا۔

سیڑھیوں پر ایک نومولود بچی کی ٹوکری میں اسے جو خط ملا وہ عام روشن سے ہٹ کر تھا۔ گرجے کی ایک بڑی شمع کے نیچے رکھ کر فادر فرینڈس نے اسے بار بار

پڑھا، یہ خط اس بچی کی ماں اور باپ کی طرف سے تحریر کیا گیا تھا، بچی کسی گناہ کی پیداوار نہ تھی بلکہ معاشرے کی غلطتوں سے تنگ آئے ہوئے والدین اس خط میں بچی کو نیک بنانے کی ابتکا کر رہے تھے۔

انہوں نے بچی کا نام ”نینسی“ تحریر کیا تھا اور فادر فرنینڈس سے خصوصی توجہ سے بچی کی روحانی تربیت کرنے کی درخواست کی تھی۔

فادر فرنینڈس نے ایک نظر مقدس مریم پر ڈالی، تو اس ماں کے چہرے پر بھی وہی مسکراہست محسوس ہوئی، (دکھائی دی)

اسی وقت کسی تاخیر کے بغیر فادر فرنینڈس نے بچی کو گود میں اٹھالیا اور والہانہ انداز میں گرجے کی گھنٹی بجانے لگا۔

جب نن نے آ کر نینسی کو گود میں لیا تو اسے بھی آج رُت بدی بدی لگ رہی تھی کیونکہ آج گھنٹی کی آواز سے چڑیاں بیدار ہو کر اڑنے کی بجائے چچھا رہی تھی۔ فادر فرنینڈس نے بہت خصوصی دعا کے ساتھ وہ خطمن کو دیا اور اس سے نینسی کی خصوصی تربیت کا وعدہ لیا۔

☆☆.....☆☆

یہ اسی وعدے کا شرتحا کہ نینسی نے جب بلوغت کی حدود میں قدم رکھا تو وہ کمال علم و عمل کی ایک زندہ و پاکیزہ مثال تھی۔

اس کی سوچ ہر وقت مقدس مریم کے کردار کا طواف کرتی رہتی تھی، ایسا کردار جو اس کے عقیدے کی رو سے ایک خدا کو، خدا کے بیٹے کو جنم دے سکتا ہے۔

نینسی کو چرچ کی مصروفیات میں سے جو وقت ملتا وہ اس کی کتب بینی کے

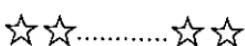
شوقي نظر ہوتا تھا۔ تھوڑے سے پیسوں کی بچت بھی اسے بازار میں کتابوں کی دوکان تک لے آتی۔

وہ ہر مذہب کے بارے میں جانتا چاہتی تھی۔ وہ مشکل میں تھی۔ اس ڈنی
سکش کے باوجود اسے ہر مذہب کے ثابت رویے پر کشش لگتے تھے۔

وہ شاید چرچ میں اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں سب سے کم عمر تھی۔

کاش مجھے پتہ چل جائے کہ میرے والدین کون ہیں شاید وہ میرے ذہن
کی گر ہوں کوکھوں دیں۔ لیکن پھر جلد ہی وہ اپنی سوچ پر قابو پا کر مقدس ماں کی پناہ
لے لیتی۔

نینسی اپنے شوق کی تسلیم کے لیے کتابوں کی ایک دوکان میں داخل ہوتی
ہے لیکن اس بات سے بے خبر کے ایک شخص خاصے فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا
ہے۔ نینسی کے چہرے پر روحانی تقدس کا ہالہ جارج کو حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔
اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ پاگل کر دینے والا حسن و جمال اسے کیوں اپنی طرف
کھینچ رہا ہے۔



”ذراؤہ کتاب دینا“ دوکان میں نینسی نے مذاہب عالم کے ٹیلیف پر ایک
کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

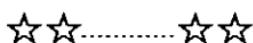
”کون سی؟ حضرت عیسیٰ والی؟“ دوکان دار نے سرسری لجھے میں پوچھا۔

”نہیں جناب وہ محمد (دی ہولی پرافٹ) والی“

”میں دراصل اس عظیم ہستی کی زندگی کے بارے میں جانتا چاہتی ہوں۔“

آخر مائیکل ایچ ہارت نے اپنی کتاب (دی ہنڈرڈ 100 The 100) میں انھیں دنیا کے سو بہترین افراد میں سب سے اذل کیوں قرار دیا ہے؟“

”عجیب لڑکی ہے، لگتا ہے اس کو پوپ کی دادی بنتا ہے۔“ بوڑھا دوکان دار بڑبراتے ہوئے کتاب نکالنے لگا۔



35 سالہ جارج کو دوکان دار کا یہ فقرہ بہت دلچسپ لگا، اس کا منطقی داماغ جاذب نظرنے کے بارے میں نفیاٹی تجزیہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ”بے وقوف لڑکی..... میں تمھارے خول سے باہر نکال لوں گا تاکہ تم جان سکو کہ تم جیسی خوبصورت حسینہ کا مقام ایسی روکھی پھیکی زندگی نہیں“ یہی سوچتے ہوئے جارج اُس کے پیچھے چل پڑا۔ صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ لڑکی کس چرچ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ مختلف منصوبے سوچتا رہا۔ جب منزل تک پہنچا تو ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اسے چرچ میں جاتے دیکھنے لگا۔ ایک نن نے نینسی کو آواز دی۔ جارج نے زیر لب نام دہرا لیا ”نینسی“ اس چرچ کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اسے معلوم تھا کہ اُس کے دوست کا قاتل جوزف بھی اسی چرچ میں موجود ہے۔ اُس کے ذہن نے شاید ایک لمحے میں بہت سے نتیجہ خیز فیصلے کر لیے تھے وہ فوراً ایک قربی بار کی طرف چل دیا۔ وہ آج حاصل ہونے والی لذت کو منحوس ایڈز زدہ پادری کے تصور سے پر اگنڈہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس رات نیند جارج کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ معموم نن کا چاند چہرہ چشم تصور میں جگ لگا رہا تھا آج تک وہ صرف لڑکیوں کے جسم کے بارے میں سوچا

کرتا تھا لیکن نجانے آج کیوں اسے اس معموم نن میں ایک عجیب روحانی کشش
محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے حسب عادت شراب کے جام میں سکون تلاش کرنے کی کوشش کی۔
اسی کوشش کے دوران اس نے زیر لب کہا۔

”کل تک یقیناً میں تمہارے ہاتھ کا بوسہ لے سکوں گا“، اسے اپنی صلاحیتوں
پر مکمل اعتماد تھا۔

اور پھر.....؟ لیکن آج اس کا تصور اس کی تمام تر شیطانی جرأتوں کا ساتھ
نہیں دے رہا تھا۔

”یہ مجھے کیا ہو رہا ہے کیا میں کمزور ہو گیا ہوں؟“، جارج نے دل میں سوچا۔
آخر اس نے بوقت کو منہ لگایا، ایک میگزین اٹھایا، کچھ ورق پلٹ کر سر کو ایک
جھٹکا دیا۔ پھر کچھ سوچ کر فون کی جانب بڑھا۔

ایک ہی کال پر ریڈ لائٹ ایریا کی سب سے خوبصورت حینہ اس کے بستر پر
تھی۔ رات بھر ہم آغوشیوں کا لالف لینے کے بعد علی الصلح وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔
خواب میں نن نے اسے ایک زنانے دار تھپٹر سید کیا تھا۔

☆☆.....☆☆

آج اس کا رخ گرجا کی طرف تھا لیکن عبادت کے لیے نہیں بلکہ آنجمانی
موسیقار کے بتائے ہوئے اس ایڈز زدہ پادری جوزف سے کچھ کام نکلوانے کا
خیال اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ بکھیرے ہوئے تھا۔
وہ سیدھا پادری کے مجرے کی کھڑکی پر آ کر رک گیا اسے یقین تھا کہ وہ نن

کے سلسلے میں پادری کو آله کا ربان لے گا۔

”کیا تم اعتراف کے لیے کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ پادری نے آنے والے کو حسب معمول کوئی اعتراف کرنے والا سمجھتے ہوئے کہا۔

”میں اعتراف نہیں کرنا چاہتا بلکہ، آج تمہارا اعتراف سننا چاہتا ہوں۔“

”میں آج اپنا نہیں، تمہارا اعتراف سننے آیا ہوں۔ جوزف“

جارج کے اس فقرے نے پادری کو حیران کر دیا، کھڑکی کھول کر جارج کو غور سے دیکھتے ہوئے اس نے بار عب انداز میں کہا:

”کہ کسے تصحیح معلوم ہے تم کہاں کھڑے ہو؟“

”ہاں ایک ایسے عزت دار پادری کے سامنے جو ایڈز کا مریض ہے اور جس کی وجہ سے میرا موسیقار دوست اسی مرض میں بیٹلا ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔“ جارج نے پتے ہوئے لجھے میں کہا۔
پادری کی آنکھوں میں خوف کے آثار دیکھ کر جارج نے اپنا لہجہ ذرا نرم کر لیا۔

”میں ابلاغ کی دنیا کا ایک طاقتو رفرد ہوں اور مجھے اظہار رائے کی آزادی بھی حاصل ہے۔“

”اس سے پیشتر کہ میں کوئی غلط قدم اٹھاؤں، آپ کو مجھ سے قبرستان کے پیچھے والے کھنڈر میں مل لینا چاہیے۔“

وہیں میرے دوست کی قبر بھی ہے مجھے امید ہے کہ ہماری گفتگوں کو وہ بہت محفوظ ہو گا۔“

”کیا تمہیں دولت درکار ہے۔“ پادری نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں ہرگز نہیں بلکہ میں تو تمہیں کچھ رقم دینے آیا ہوں، اور یہ لو ایڈوانس۔“

اور اس نے ڈالرز سے بھرا ہوا ایک لفافہ پادری کے جھرے میں پھینک دیا۔

”دو پھر ٹھیک بارہ بجے اور ہاں یاد رہے مجھے انتظار کرنے کی عادت نہیں۔“

جارج سفا کانہ انداز میں غرایا۔

پادری کے دل کی دھڑکن اُس کے تیز قدموں کی چاپ سے ہم آہنگ ہونے لگی۔



ننسی جوں جوں کتاب پڑھتی جا رہی تھی اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی اور آنکھیں بھیکتی جا رہی تھیں۔

کہاں وہ ذاتِ گرامی ﷺ اور کہاں ان کی امت پر 9/11 کی دہشت گردی کا الزام

پہلے تو اُسے لگا جیسے اس کے اور مسلمانوں کے غم سانجھے ہیں۔

وہ سوچتے لگی ”کیا ہماری طرح مسلمانوں میں بھی اپنے دین سے دوری اور بے راہ روی بڑھتی چلی جا رہی ہے؟

اُف میرے خدا اس میں انبیاء کا کیا قصور، اس میں ان کے لائے احکامات کا کیا قصور، وہ احکامات تو مالک کائنات نے نازل فرمائے تھے۔“

اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ”تم کہو، ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، احْمَق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ پھر اگر وہ (یہود و نصاریٰ) اس (دین) پر ایمان لے آئیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو وہ یقیناً ہدایت پا جائیں گے۔ (البقرة: 136,137)

اب اس کا کم و بیش سارا وقت اسی نوعیت کی کتابیں پڑھنے میں صرف ہونے لگا۔ (نبی کریم ﷺ کی حفاظت، رحمت، خلق اور محبت کے واقعات)

☆☆.....☆☆

لابریری کے کمپیوٹر سیکیشن میں فلم ”فارن ہائیٹ 9/11“ دیکھ کر اس ذہن میں نئے موضوعات در آئے۔

”کیا یہ سارا واقعہ ایک ڈھونگ تھا، آخر اس کے محرکات کیا ہیں اور اس میں کون کون سے خفیہ ہاتھ کا رفرما ہیں؟“

ایک روز وہ قادر فرنینڈس کے آگے رو دی کیونکہ وہی اس کا سب کچھ تھا۔

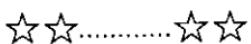
”میری بیٹی میرے دل کے نور! انسانیت کے بارے میں تمہارے جذبات پر مجھے فخر ہے یہی خداوند یسوع مسیح کی اصل تعلیم ہے۔

اپنے ان ہی آنسوؤں سے انسانیت کی کھیتی کو سیراب کرتی رہنا تمہارا خلوص ہی سب سے بااثر ہتھیار ہے۔

لیکن میری بیٹی! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، ابلیس کو یہ کبھی گوارا نہ ہوگا، وہ

بد بخت ہمیشہ تمہارے ارڈگردم موجود رہے گا۔ اس کی پچان کرنا سیکھو۔
اس کے آگے ہارنے سے جان دینا کہیں بہتر ہوتا ہے یہی یسوع مسح کی
ست نہ ہے۔ خداوند تمہیں ایسی صلاحیت عطا فرمائے کہ تم اچھے اور برے میں
امیاز کر سکو۔“

اس روز نینسی نے اپنی الماری میں حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی
کتابوں کو اکٹھے رکھا تو اس کی پلکیں بھیجنے لگیں اور اس کا چہرہ نورانی مسکراہٹ سے
جگمگا اٹھا۔



قبرستان میں پرانے گھنڈر کے پاس موسیقار کی قبر پر پادری جارج کو نہایت
درویشانہ لباس میں قبر کے سرہانے ساز بجا تے ہوئے دیکھ رہا تھا جارج اس کے
ساتھ اتنے احترام سے پیش آیا کہ پادری حیرت زدہ رہ گیا۔

آتے ہی جارج نے اسے نوٹوں سے بھرا تھیلا پیش کیا۔ پادری ابھی نوٹوں
کی تعداد کا اندازہ بھی نہ کر پایا تھا کہ اُس نے جارج کو اپنے سامنے گھٹنوں کے بل
گڑگڑاتے دیکھا۔

”اویمرے مہربان باپ! مجھ پر کرم کر۔ میں اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔
یہاں جب موت ہر جانب نظر آتی ہے میں اپنی دعا قبول کروانا چاہتا
ہوں۔ (میں اپنی دعا کی قبولیت چاہتا ہوں۔)

مگر خدا سے نہیں، اے مقدس فادر..... آپ سے (اس فقرے پر پہنچ
کر اس کا ڈرامائی لمحہ دھیما اور معنی خیز ہو گیا۔)

پادری نے جارج کو کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور شفیق لبھ میں بولا:
 ”میرے بیٹے تم کس اذیت میں بنتا ہو، کس خواہش نے تمھیں بدحال کر رکھا ہے، مجھے بتاؤ۔“

جارج کے ہونٹ پادری کے کانوں کے قریب ہو گئے اور اس نے سرگوشی کے انداز میں صرف ایک لفظ کہا ”نینسی“
 ”نینسی؟؟؟“ پادری درطہ حیرت میں ڈوب گیا۔

”صرف ایک رات کے لیے مجھے صرف ایک رات کے لیے اس کی
 قربت درکار ہے۔“ جارج نے دھیمے مگر پر عزم لبھ میں کہا۔

پادری کا دل تو دھک سے رہ گیا پھر جب جارج کا مفہوم اس پر آشکار ہوا تو
 اس کی آنکھیں تک مسکرانے لگیں۔ اب وہ مکمل شیطان کی گرفت میں آچکا تھا۔
 جارج اسے اپنے ہی قبیلے کا فرد کھائی دینے لگا تب اس نے مخنثی سانس
 بھری اور اپنا سر ثابت انداز میں ہلا دیا۔

”تمہاری خواہش ضرور پوری ہو گی۔“

جوزف کے منہ سے یہ سنا تھا کہ جارج خوشی سے دیوانہ ہو گیا اور اس دیوانگی
 کا اظہار کرتے ہوئے پادری کو گود میں اٹھا کرنا پڑنے لگا۔

ادھر پادری جارج کا جسمانی لمس پاتے ہی اپنی اصلیت پر اتر آیا اور بے
 اختیار اس کے ہاتھوں کی انگلیاں جارج کی گردن سے کھیلنے لگیں۔ اس بھیاںک
 فعل سے جارج چونک اٹھا اور اس نے پادری کو زمین پر رکھتے ہوئے سنجیدگی
 سے کہا:

”مجھے نینسی کی جسمانی قربت درکار ہے موت نہیں۔“

شہر خاموشائ میں جب دونوں شیطان شراب کے نشے میں دھت ہو رہے تھے تو چاروں اطراف سے ان پر چھائے ہوئے ابلیس نے بھی اپنا جام ان کی کامیابیوں کے نام کیا۔

☆☆.....☆☆

Vatican City میں پوپ کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا جسے پڑھ کر اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ اس میں واضح طور پر اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا تذکرہ تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ کیتوں عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں مسلسل کم ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں باقاعدہ اعداد و شمار دیے گئے تھے۔ (اعداد و شمار اور ریفرنس)

”خدارا ان حکمرانوں کو صحیح راستہ بتاؤ کیوں یہ مسلم ممالک پر جنگ مسلط کر کے ہماری جڑیں کامٹے پر تلے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارا مذہب تشدد کا راستہ بتاتا ہے؟“

”مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے والے کیوں پوری انسانیت کو اپنی دہشت گردی کا شکار کر کے اپنا مذاق اڑا رہے ہیں؟“ پوپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”مقدس پوپ! آپ جانتے ہیں وقت نے ہمیں صرف گرجا گھروں تک محدود کر دیا ہے۔“

لوگ اب چرچ کو اعتراف گناہ اور Healing کا ایک دفتر سمجھتے ہیں،

مذہب کی پابندی اور خدا کی رضا کے حضول کے بجائے صرف پیسے اور آسانش کے حضول ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے۔

ایسے میں یہودی سرمایہ داروں کے شیطانی ہتھکنڈے مذہب کی آڑ میں ذہنوں کو جنگوں کی طرف مائل کر رہے ہیں۔

”ہم جانتے ہیں یہ سب یسوع مسیح کی تعلیمات کے منافی ہے مگر ہم کہی کیا سکتے ہیں؟“ بڑے پادری نے اپنی بے بُسی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”دعا کرو..... گڑ گڑاؤ..... لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت جگاؤ..... یہ دنیا امن کا گھوارہ بنے گی۔“

کسی کو گالی مت دو..... لوگوں کو بھی روکو.....
اُف اے مقدس خدا۔ اے یسوع! ہم تیری قربانی رائیگاں کر رہے ہیں۔
انسانیت کو تیری تعلیمات کی ضرورت ہے۔“

پوپ کے آنسو بہرہ ہے تھے جب نینسی کو چھوٹے پادری کا پیغام ملا۔

☆☆.....☆☆

نینسی کو یہ پیغام عجیب سامحسوس ہوا۔ بہر حال وہ اُسی وقت تیار ہو کر پادری کے مجرے کے باہر پہنچ گئی۔

” قادر آپ نے بلا وا بھیجا تھا؟“ نینسی سے مصنوعی طور پر کھانتے ہوئے پادری کو متوجہ کیا۔

”آؤ میری بیٹی۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔ آج مجھے تمہیں ایک بہت اہم ذمہ داری سونپنی ہے۔“

پادری نے شفقت بھرے لجھے میں نینسی کو خوش آمدید کہا۔
”حکم فرمائیے فادر۔ میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟“ نینسی نے حیرت زدہ لجھے میں کہا۔

”بیٹی یہ ایک گھرا راز ہے جس میں خداوند مقدس کے حکم سے میں تمہیں شریک کر رہا ہوں۔“

مجھے خوشی ہے کہ مقدس خدا نے تمہیں اس کام کے لیے منتخب کیا ہے ”پادری کی پراسرار گفتگو نے نینسی کی حیرت میں مزید اضافہ کر دیا۔

پادری نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: ”ایک عرصے سے میں کسی لاوارث بچے کی پرورش کر رہا ہوں مگر اس کی تشبیہ نہیں چاہتا۔

میں نے اس بچے کو تمام علوم میں طاقت کیا ہے، وہ سخت ریاضتوں سے گزرا ہے۔

اس کا مسکن قبرستان والا کھنڈر ہے، خداوند نے اسے اس دور میں اپنے مذہب کے فروع کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

یہ بات میں تمیں راتوں سے مسلسل خواب میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا یہ بشارت صحیح ہے؟ چونکہ میں تمہارے مطالعے اور علم کا مترف ہوں۔

اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے اس راز میں شریک بنو، تاکہ وقت آنے پر تم میری گواہی دے سکو۔

نینسی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سے بولی۔

”لیکن فادر میری بھلا کیا ضرورت ہے، میں کیا کر سکتی ہوں؟“

”و تمہیں خود اس کا امتحان لینا ہوگا، اس سے گفتگو کرو، مجھے تمہاری رائے چاہیے۔

لیکن میری بیٹی۔ خدائی فیصلے بہت رازداری مانگتے ہیں۔ تمہیں اس کام میں مکمل رازداری رکھنا ہوگی۔

اگر تمہیں وہاں جاتے ہوئے ذرمحوس ہو تو میں خود تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔“ پادری نے پیشرفت جاری رکھی۔

”ہاں! یہ زیادہ بہتر ہے۔“ نینسی نے نیم رضا مندی ظاہر کی۔

ٹھیک ہے۔ آج شام ہم اس کے پاس جا کر اس کے مذہبی تجربے کو جانے کی کوشش کریں گے۔

میں اسے جلد از جلد چرچ کی روحانی دنیا میں اعلیٰ مراتب پر فائز دیکھنا چاہتا ہوں۔“ پادری نینسی کو گفتگو کے جال میں جکڑ کر راو فرار سے محروم کر دینا چاہتا تھا۔ نینسی حیران تھی، وہ فادر فرنینڈس سے اس معاملے میں بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ ان کے کمرے کی جانب بڑھی، لیکن رازداری کے وعدے نے اس کے قدم روک لیے۔

یہ عجیب و غریب صورت حال تھی۔ وہ اسی بارے میں ابھی تذبذب میں بٹلا تھی کہ پیغام لانے والی نن اُس کے پاس پہنچ گئی اور بالکل سپاٹ لبھ میں مخاطب ہوئی۔

چلو میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں، کیونکہ فادر جوزف کا خیال ہے کہ تم خوف کا شکار ہو۔“

”مجھے اکیلے جانا عجیب لگ رہا تھا، خیر اگر تم میرے ساتھ ہو تو شاید مجھے کچھ بہتر محسوس ہو۔“ نینسی نے اپنے سر کا رومال ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

☆☆.....☆☆

قبرستان کے گھنڈر میں درویش کا حلیہ بنائے جارج موم بقیٰ کی روشنی میں باہر دیکھ رہا تھا۔ اسے تین سائے اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے تو خوشی سے اس کے منہ سے آواز نکلی۔

”میں بڑا بابا صلاحیت ہوں اور ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہوں۔“ وہ فوراً گھنٹوں کے بل عبادت کے انداز میں بیٹھ گیا اور منہ آسان کی طرف کر کے مناجات میں مشغول ہو گیا۔

فادر کے اشارے پر نہ وہیں رک گئی اور وہ خود نینسی کو لے کر آگے بڑھا۔

”جارج! میرے بیٹے.....

اٹھو وقت آگیا ہے۔“ پادری نے جارج کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

جارج نے مڑ کر دونوں کو دیکھا اور بزرگانہ لبجھ میں لب کشا ہوا۔

”نینسی!! جو دنیا کی عورتوں کے لیے رحمت ہے، جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

جس کا دل اتنا خوبصورت ہے کہ انسانیت کے دل خوشیوں سے جھوم

انھیں گے۔

”ہم وہ کام کریں گے جو لازوال تاریخ رقم کرے گا۔“ (جس کی تاریخ لازوال ہو گی۔)

پادری جارج کی شیطانیت پر مسکرانے لگا اور اس بنے کہا:

”آج ہم تمہارے منہ سے تمہاری حکمت عملی سننے کے لیے آئے ہیں میں جانتا ہوں کہ الفاظ تمہارے ہوں گے۔

مگر ان کا القا خداوند یسوع مسیح کی طرف سے ہوگا۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ شیطان مکمل شکست سے کیسے ہمکنار ہوگا؟“

”شیطان ہے ہی کہاں، جہاں ہر سمت محبت کی پاکیزگی ہو وہاں شیطان کا بد بودار وجود کہاں پنپ سکتا ہے۔“ ہمیں ہر جگہ محبت کو عام کرنا ہے۔ محبت ہی ہر انقلاب کا آغاز ہے۔“ جارج نے جواب دیا۔

”مگر اس زمانے میں اس کا آغاز کیسے ہوگا؟“ نینی نے پہلی بار لب کھولے۔
”ویرانے سے“ جارج معنی خیز لمحے میں بولا۔

”اگر تم آرام سے بیٹھ جاؤ تو میں تصحیں اس کی مثال دے سکتا ہوں۔“
نینی نے پادری کی طرف دیکھا۔ پادری نے ہاں میں سر ہلا�ا تو نینی قبر کی چار دیواری پر بیٹھ گئی۔

”کیا تمہیں میرے ہاتھوں میں محبت محسوس ہوتی ہے؟“ جارج نے دونوں ہاتھ نینی کے سامنے کھول دیئے۔
”نہیں!“ نینی پریشان تھی۔

”کیسے ہو سکتی ہے جب تک میں تصحیں چھو کر ان سے محبت کا احساس نہ دلوں؟“ یہ کہتے ہوئے جارج نے پادری کو اشارہ کیا اور وہ مژ کروال پس چل پڑا۔
نینی ایک دم خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے فادر کو پکارا۔

”ڈر نہیں بیٹی! یہ تجربہ تمہارے لیے بے حد ضروری ہے،“ پادری مسکرا کر بولا۔

نینسی کو پہلی بار جارج میں مکمل شیطان نظر آنے لگا۔ وہ گزگزانے لگی۔

”مجھے چھونا مت..... تمہیں مقدس خداوند کا واسطہ۔“

لیکن جارج نے مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا اور درندگی کے انداز میں بولا:

”تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارا مقدس پاپ بھی میرے اشارے پر ناچتا ہے۔

بھلام تم مجھے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے کیسے روک سکتی ہو؟“

جارج نے آخر کار اپنی اصلیت کا اظہار کر ہی دیا۔

اب نینسی تمام حالات کو مکمل طور پر سمجھ چکی تھی اور صورتِ حال کے انکشاف

نے اسے بہت خوفزدہ کر دیا۔ وہ کمزور فاختہ کی طرح لرزنے لگی، لیکن چونکہ اس کی

فطری بنیاد نیکی پر استوار ہوئی تھی، لہذا اسی ثابت سوچ نے اسے سہارا دیا۔

نینسی نے جارج کا ہاتھ گرفت میں لے کر اس کی پشت پر اپنے دانت پوسٹ کر دیئے۔

جارج کے پورے بازو میں درد کی شدید لہر آٹھی اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑ

گئی۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نینسی بھاگ نکلی لیکن جارج نے اس کا

تعاقب کیا۔ نینسی قبروں کو پھلانگتی ہوئی باہر سڑک پر آگئی۔ جارج بدستور اس کا

پیچھا کر رہا تھا۔

رفتہ رفتہ ان کا درمیانی فاصلہ کم ہونے لگا، پھر ایک مجذہ رونما ہوا۔

سامنے سے سڑک پر ایک نورانی چہرے والا ضعیف شخص آتا دکھائی دیا جس کے ساتھ ایک تنومند نوجوان بھی تھا۔

نینسی ان رحمت کے فرشتوں کو دیکھ کر پوری قوت سے چلائی ”میری مدد کرو

اے خدا کے بندو! خدا تمھیں اس کا اجر دے گا۔

ایک بھیڑیا میری عصمت کی چادر کو داغ دار بنانا چاہتا ہے۔

یہ سنتے ہی باریش بوڑھے نے نینسی کو اپنی اوٹ میں لے لیا، مگر جارج نے اس پر پستول تانتے ہوئے کہا:

”بیوقوف بدھے! اس بے جامد اخلت سے باز رہو، اپنی موت کو آوازمت دو۔“

”بوڑھے باریش شخص نے بے خونی سے پستول کی اکلوتی آنکھ کو دیکھا اور

عجیب انداز میں کہا: ”وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں جو ناتوان عورتوں پر اٹھتے ہیں۔“

جارج اور بوڑھے شخص کا مکالمہ جاری تھا کہ اچانک نوجوان شخص نے چیتے

کی طرح اچھل کر جارج کی کلامی پر پوری قوت سے ٹانگ رسید کی۔

جارج کا پستول چھوٹ کر دور جا گرا۔

جونہی جارج نہتا ہوا اس کی ساری مردانگی کوچ کر گئی اور وہ اپنی جان بچانے کے جذبے کو اہم ترین گردانتے ہوئے ایک طرف سر پٹ بھاگنے لگا۔

نوجوان نے اس کا تعاقب کرنا چاہا مگر بوڑھے شخص نے تحکمانہ لبجے میں کہا:

”مصطفیٰ بیٹا! رک جاؤ، شیطان کو جانے دو، یہ بزدل ہے۔“

یہ سنتے ہی مصطفیٰ فوراً رک گیا، پھر اس نے گردن گھما کر گرے ہوئے پستول

کو دیکھا اور آگے بڑھ کر اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

یہ رات نینسی نے اس مسلمان گھرانے میں رو رو کر اپنی دکھ بھری داستان سناتے ہوئے گزار دی۔

مصطفیٰ اور اس کا باپ نینسی کو تسلیاں دیتے رہے لیکن جس انداز میں دونوں اس کے دھوؤں میں شریک ہوئے اس نے نینسی کے دل کا بند دروازہ کھوں دیا۔ ”مجھے چرچ واپس نہیں جانا“ صح نینسی بوڑھے آدمی کی منت کرنے لگی۔

بوڑھے نے نینسی کو سمجھاتے ہوئے کہا:

”تا بیٹا۔ تم چرچ جا کر فادر فرنینڈس سے بات کرو۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان ہے۔

میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں میں خود تمہارے ساتھ چلو گا۔ اگر تم کہو تو میں پولیس کو اطلاع کیے دیتا ہوں۔“

”نہیں بابا جی! اس طرح تو پورا چرچ بدنام ہو جائے گا،“ نینسی نے انکار کر دیا۔

یہ سن کر بوڑھے شخص کے چہرے پر دنیا جہاں کا دکھ سست آیا اور اس نے اپنا لرزتا ہاتھ نینسی کے سر پر رکھتے ہوئے کہا:

”چج ہے بیٹی، عبادت گاہیں تو گمراہی کے اندر ہیرے میں روشنی کے چراغ ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّهِ﴾ (بیشک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں۔) یہ خالق کائنات سے رابطہ بحال کرنے کے ویلے ہیں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ نے کسی مذہب یا نبی کو برا کہنے سے منع فرمائی تھی بڑی سچائی کا اظہار کیا ہے۔“

تحوڑی دیر توقف کے بعد بوڑھا لب کشا ہوا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انبیاء سلامتی کے راستے پر تھے۔“

”سلامتی کا راستہ۔ آپ کا مطلب ہے..... اسلام؟“

”ہاں میری بیٹی! یہ الفاظ تم نے ادا نہیں کیے بلکہ تمہارے منہ سے نکلوائے گئے ہیں،“ یہ کہہ کر بوڑھے نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور زیرِ لب کہا: اے ربِ ذوالجلال! تو واقعی قادرِ مطلق ہے تو دلوں کو راہِ راست پر لاتا ہے اور راہوں میں بھکتے مسافروں کو اس کا احساس تک نہیں ہونے دینا۔ تیری اس بندی نے کس برقِ رفتاری سے سچائی کو دیکھ لیا ہے۔ پھر وہ نینسی سے مخاطب ہوا: اسلام تو سر اسر سلامتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلم، یعنی اسلام قبول کرنے والا وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور آپ ﷺ نے دین اسلام کے بارے میں فرمایا: دین تو خیرِ خواہی کا نام ہے۔ یوں اپنے مسلمان بھائی بہنوں کی سلامتی چاہتا اور خیرِ خواہی کرنا عین اسلام ہے۔

یہ رات نینسی نے مسلسل سکھنیش میں گزاری، مطلق سچائی اُسے اپنی طرف سکھنیچ رہی تھی لیکن آباؤ اجداد کا متعین کردہ طریقہ اس کا راستہ روکے ہوئے تھا۔

☆☆.....☆☆

نینسی جب بوجھل قدموں سے واپس چرچ پہنچی تو ہاں کی ہر چیز بدلي ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کے قربی دوست، احباب کی نظروں سے بھی نفرت کا انظہار صاف دھکائی دے رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں جا رہی تھی جب صفائی والی نے اسے اندر جانے سے روک دیا اور ایک کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دیا، یہ ایک نوٹس تھا چرچِ انتظامیہ کی

طرف سے۔

اس کے الفاظ پڑھ کر نینسی نے اپنے آنسو روک لیے اور نہایت ہمت سے قادر فرینڈس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

جہاں چرچ کی انتظامیہ کے تمام ذمہ دار پہلے ہی موجود تھے۔

یہاں پہلے نینسی سے چج بولنے کا حلف لیا گیا۔

”کیا رات تم مصطفیٰ کے گھر میں تھی؟“ قادر فرینڈس نے تفتیش کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں! نینسی نے جواب دیا۔

”کیا تم اس مسلمان گھرانے میں کسی کو پسند کرنے لگی ہو؟“ دوسرا سوال نینسی: سب کو!

چرچ میں کئی سرگوشیاں ابھریں۔

قادر فرینڈس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ”کیا تم اس بارے میں مزید کچھ کہنا چاہو گی؟“

نینسی نے انکار میں سر ہلا�ا۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد قادر فرینڈس نے نینسی کو چرچ سے نکل جانے کے لیے صرف دو گھنٹے کی مہلت دی۔

لیکن نینسی دو گھنٹے کیا دو منٹ میں واپس مصطفیٰ کے گھر کی طرف چل دی تھی۔ چرچ اب اس کے نزدیک شیطان صفت لوگوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

مصطفیٰ کے والد نے جب نماز کے بعد سلام پھیرا تو نینسی کو اپنے قریب بیٹھے دیکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے ان کی ساعت سے نینسی کی معصوم آواز اس طرح مکاری کہ ان کا روای رواں اللہ کی حمد کرنے لگا۔

”میں اقرار کرتی ہوں کہ اللہ صرف ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے پیغمبر اور رسول ہیں۔

ان سے بڑھ کر محترم کوئی نہیں جوانہوں نے کیا اور کہا سب صحیح ہے اور ہر مسلمان کے لیے واجب الاطاعت ہے۔“

جب مصطفیٰ اور اس کے والد اللہ کی تسبیح کرتے ہوئے رونے لگے تو نینسی کو سارے جہاں کے رشتے پے لگنے لگے۔

وہ صحیح واقعی نورانی تھی، نینسی کے گرد و پیش کے سارے رنگ زیادہ شوخ ہو گئے تھے، ہوا میں زیادہ معطر ہو گئیں۔

اور اسے ساری کائنات اپنے ساتھ مل کر رب کائنات کی حمد و ثناء کرتی محسوس ہوئی۔

نینسی کا اسلامی نام ”مریم“ تجویز کیا گیا۔

”بابا، میری کیوں نہیں؟ نینسی نے معصوم لمحے میں کہا۔

مصطفیٰ کے والد: ”بیٹا قرآن میں اس مقدس ہستی کا نام ”مریم“ آیا ہے، ”میری“ نہیں۔

مریم: ٹھیک ہے۔ کیا میں آج آپ دونوں کے ساتھ مسجد میں جا سکتی ہوں؟

(نینسی کی تعلیم کا آغاز دین کے بنیادی عقائد جو غیر مسلموں کی Confusion دور کرے۔)

مصطفیٰ کے والد: ”کیوں نہیں؟“

مسجد جاتے ہوئے تینوں کو ایک گاڑی میں جارج کا شیطانی چہرہ نظر آیا۔ لیکن ابھی وہ اس کی موجودگی کو سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ تراٹ گولیاں چلنے لگیں اور وہ ان کی بوچھاڑ کی زد میں آ گئے۔

بابا نے پہلی گولی کی آواز سنتے ہی نو مسلم ”مریم“ کو اپنی اوٹ میں لے کر ”ہونی“ کو روکنے کی کوشش کی مگر بے رحم گولیاں اس کے جسم کو پار کرتے ہوئے مریم کو بھی چاٹ گئیں۔ دونوں کے لائے گرے تو اس وقت بھی بابا جی کا جسم مریم کی ڈھال بنتا ہوا تھا۔

مصطفیٰ زخمی چیتے کی طرح چھلانگ لگا کر اپنے شفیق باپ سے لپٹ گیا۔ قدرت کو شاید اس کی یہ ادا بہت پسند آ گئی اور گولیاں اس کے اوپر سے گزر گئیں گولیاں داغنے والے جنونی آنا فانا منظر سے غالب ہو گئے۔

پولیس جائے واردات پر پہنچی اور کرید کرید کر مصطفیٰ سے تفتیش کرنے لگی، مگر مصطفیٰ کے اندر تو ایک طوفان کروٹیں لے رہا تھا۔

اس نے اپنی زبان بند رکھی مگر اس کا ذہن بر ق رفتاری سے کسی منصوبہ بندی میں مصروف تھا۔

دونوں جسم پوٹمارٹم کے لیے ہسپتال لے جائے گئے اور مصطفیٰ کے قدم گھر کی طرف اٹھ گئے۔

مصطفیٰ کا خاندان عام لوگوں پر مشتمل نہ تھا۔ اس کے دادا ایک باکمال بزرگ تھے۔ جو پوری دنیا میں ایرانی قالینوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ مصطفیٰ کے والد کاروبار کے لیے ایران سے افغانستان منتقل ہوئے مگر انہی دنوں روس کی عسکری دراندازی سے ان کا کاروبار سخت متاثر ہوا۔ روی لادینیت کے فروغ کی تحریک اور اس وقت کی سپر پا اور سوویت یونین کے نتیجے افغانیوں پر مظالم نے ان کے ذہن کو انسانیت کی بقا کے لیے اس شیطانی قوت کے سامنے سینہ سپر کر دیا۔ آخر کار روی ذیلیں ورسا ہو کر افغانستان سے نکل گئے۔ مصطفیٰ کے والد ایک بہادر شخص تھے جنہوں نے پیغام مصطفوی کو عام کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے انہیں یورپ کے اسلامک سٹریز میں دچپسی پیدا ہوئی اور وہ اس سر زمین پر محبوتوں کے پیغام کے ساتھ وارد ہوئے۔ بہت جلد انہوں نے یہاں کے روحانی حلقوں میں ایک مقام بنالیا تھا۔ پوری دنیا میں ان کے خاندان کے افراد کے علاوہ ان سے محبت کے رشتے میں پروئے ہوئے افراد کی تعداد ہزاروں سے بھی زائد تھی۔

اب ان دو شہیدوں کی تدفین کے وقت ہر مذہب و نسل کے لوگوں کی موجودگی سے قبرستان کے اندر گھما گئی تھی، لوگوں کے چہروں پر تناوٰ تھا یہ تناوٰ دکھ اور غصے کا واضح اظہار تھا۔

پولیس کی ایک بھاری نفری بھی سارے علاقوں کو گھرے ہوئے تھی انہی میں غیرت سے عاری کچھ غدار ایسے بھی تھے جو پل پل کی خبر جارج کو پہنچا رہے تھے۔

جارج نے اپنی زندگی میں بہت پریشانیاں دیکھی تھیں لیکن آج وہ ایک
انجمنے خوف میں بنتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ سب کچھ اس کے پلان کے مطابق زبردست طریقے سے ہوا
ہے۔ پھر بھی اس کا دماغ اس کے جسم پر لرزہ طاری کیے ہوئے تھا اس نے نیند کی
دو گولیاں لیں اور دیر تک ششے کے آگے کھڑا رہا۔ پہلی بار اسے شدید تھائی کا
احساس ہو رہا تھا۔

آج وہ خلاف معمول جلد ہی بستر میں گھس گیا۔

دوا اور شراب کا اثر تھوڑی دیر کے لیے اسے نیند میں لے گیا۔

(کتوں کا ایک غول اس کے ارد گرد منڈلا رہا تھا۔ وہ بھاگنے لگا لیکن بھاگنا
اس کے لے دو بھر ہو رہا تھا۔ وہ بمشکل چند گز دور جا سکا اور اس کا جسم تھکن سے
چور چور ہو گیا اتنے میں ایک کتے نے اس کی گردن اپنے جبڑوں میں دبوچ لی اور
اس کے ساتھ ہی نینسی کے ہنسنے کی واضح آواز سنائی دی۔

جارج ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اس کا سانس دھونکی کی طرح چل رہا تھا اس نے
گھڑی کی طرف دیکھا رات کا ڈیڑھنچ رہا تھا وہ اس طرح ساری رات نہیں گزار
سکتا تھا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد اس کا رخ نائٹ کلب کی طرف تھا وہ بار میں داخل ہوا
تو اسے ایک پرانا واقف کا رڈا کٹر جمل گیا یہ اس کی ماں کا آشنا تھا۔

”ارے لڑکے! کیسے ہوتم؟ اس عمر میں اسکیلے..... ارے اپنی آنکھوں کو کھولو،
دیکھو یہاں ایک سے ایک بڑھ کر حسینہ موجود ہے۔

گریٹی! ذرا یہاں آؤ۔ جم نے ایک لڑکی کو بلایا۔ جارج نے گریٹی سے ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھایا تو اسے نینسی کا چہرہ نظر آیا۔ اور وہ چکرا کر گر گیا۔

ہوش میں آنے پر اس نے کمرے میں چند لوگوں کے ہمراہ ایک ڈاکٹر کو دیکھا۔ شاید یہ زیادہ پریشان ہے یا کام کا زیادہ لود۔ باقی سب ٹھیک ہے، فکر کی کوئی بات نہیں۔

”شکریہ ڈاکٹر“، اس ادھیر عمر آدمی نے ڈاکٹر کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔

میرا تجربہ بتاتا ہے کہ تم کسی عورت سے متعلق خوف کا شکار ہو۔

دیکھو جھوٹ مت بولنا۔ تم جانتے ہو میں ماہر نفیات ہوں۔

”جی ڈاکٹر جم! میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر آپ سے اپنے خوف کا سبب Share نہیں کر سکتا، یہ بہت ذاتی نویعت کا معاملہ ہے۔“

”ٹھیک ہے! تمہاری مرضی“ جم بولا۔

لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے آپ کو فوراً مصروف کرلو، صحیح ہونے والی ہے۔

میرا ذرا سیور تھیں گھر چھوڑ دے گا یہ ڈاکٹر رچڈ کا کارڈ ہے، اگر دوا کی ضرورت ہو تو ان سے رجوع کرنا۔

وہ ایک بہترین سائیکاٹرست بھی ہیں، اپنے طور پر نیند آور ادویات ہرگز استعمال نہ کرتا۔

بہت شکریہ ڈاکٹر جم۔ جارج نے الوداعی سلام کرتے ہوئے کہا۔

گھر آ کر جارج نے ہر طرف روشنی کر لی۔ اسے اندر سے وحشت ہو رہی تھی۔

اس نے اسٹوڈیوفون کر کے اپنے شیڈول کا پوچھا تو اسے پتہ چلا کہ آج دن میں اسے کوئی کام نہیں۔ البتہ رات کو وہ مکمل مصروف تھا۔

اچانک اس کے دل میں ایک پرانے دوست کا خیال آیا۔ یہ اس کے موسیقار مرحوم دوست کا جانے والا تھا۔ جارج نے فون ملایا تو فون اسی نے اٹھایا۔

”ہیلو! یہیں جارج بات کر رہا ہوں۔“

ولیم بہت حیران ہوا۔

”یا راج کا دن تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔“

ولیم نے ایک تھقہہ لگایا: ارے تم اتنے مشہور آدمی، اور کہاں میں ایک غیر معروف حقیر بندہ ناجیز! بولو کیا کام ہے مجھ سے؟“

جارج: کوئی خاص کام نہیں ہے۔ بس کچھ پرانے دنوں کی یاد آ رہی ہے۔

”اچھا آ جاؤ،“ ولیم بولا ”آج تھیں اپنے اڑے کی سیر کرواتے ہیں۔“

جارج ولیم کے بتائے ہوئے اڑے پر جا پہنچا اور جب اسے پتہ چلا کہ ولیم اس بیہودہ سی جگہ ہم جنس پرستوں کا کلب چلا رہا ہے تو اسے ہرگز حیرت نہ ہوئی۔

”کتنی آمدی ہو جاتی ہے یہاں سے؟“ جارج نے پوچھا:

کوئی زیادہ نہیں۔ البتہ اپنے استاد کی روح کو تو اتر سے ثواب ارسال کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔“ ولیم نے آنکھ ماری۔

اس پر دونوں نے تھقہہ لگایا۔

”میں دراصل اپنے آپ کو کسی ایسے کام میں مصروف کرنا چاہتا ہوں جو
میرے زندگی کے شب و روز بدل دے۔

اگر تم چاہو تو میں تمہارے اس کام میں ایک بڑی رقم لگا سکتا ہوں۔ ”، جارج اپنے اصل مدعای کی طرف آگیا۔

”یہ کام بہت منافع بخش ہے اب ہمارے معاشرے کے اکثر مرد عورتوں کی بچائے کم عمر چھوکروں کی فرمائش کرتے ہیں۔

ولیم نے اپنے دوست کی دلچسپی میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

جارج: ”ہمارے موسیقار اسٹاد کا ایک خواب تھا Music & Sex

کلب۔ ” کیا یہ کام اعلیٰ سطح پر ہو سکتا ہے؟

”یقیناً! لیکن اس کے لیے رقم درکار ہوگی۔“ ویم بولا۔

اس کی فکر مت کرو۔ میرے پاس اس کام کے لیے کافی رقم ہے اور ابھی تک
میری ماں کے چاہنے والے بھی تو موجود ہیں۔

ان میں سے ہر ایک مجھے اپنا بیٹا سمجھتا ہے ”جارج نے فخریہ“ بے غیرتی“ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور پھر دونوں نے فلک شگاف تھقہہ لگاپا۔

..... ፩ ፩ ፩ ፩ ፩ ፩ ፩

A horizontal row of five stars, with the first four connected by a dotted line.

چند ہی روز میں ایک خوبصورت جھیل کے کنارے دونوں کو اپنے مطلب کی
جگہ مل گئی اور لکھ کا آغاز زور و شور سے کر دیا گیا۔

اس کلب میں عورت، مرد اور شراب کی ہر و رائٹ نہ صرف جھیل کنارے

دستیاب تھی بلکہ باقاعدہ ہوم ڈیلوری سروس بھی موجود تھی۔

جارج کو ملکی وغیر ملکی بڑی بڑی شخصیات کی طرف سے مبارکباد کے فون آرہے تھے۔

جلد ہی اُس خاص کلب کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

جارج نے یہاں مزید جگہ خرید لی۔ وہ اس جگہ ایک بڑا اسٹوڈیو اور ایک اشاعتی ادارہ بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اب وہ ہالی وڈ میں تیار ہونے والی جنسی لذت سے بھرپور فلموں کے سرمایہ کاروں کی طرح سوچنے لگا۔

اس کے ذہن میں بہنگلی کی تشویہ کرنے والے رسائل بھی تھے۔

☆☆.....☆☆

اسی شام ولیم نے پر جوش لجھے میں اُسے ایک خوشخبری سنائی۔

”آج یہاں ڈیلیل گولڈ نے ایک ہفتہ کے لیے Hut بک کر دیا ہے۔

”کیا ڈیلیل گولڈ۔ وہ امیر ترین یہودی سرمایہ کار، جسے اپنی دلتوں کا اندازہ ہی نہیں؟“

ولیم: ہاں! اور وہ خاص تم سے ملنے آ رہا ہے۔

جارج: مجھ سے!

”ہاں! اس نے تم سے ملاقات پر اصرار کیا ہے۔“

جارج نے ولیم کو اس کے بھرپور استقبال کی تفصیلات بتائیں اور اُسے

بہترین Hut میں بہترین آسائش مہیا کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔

☆☆.....☆☆

ہیلی کا پڑکے اترنے کا منظر اور سیکورٹی کے انتظامات نے ہر شخص کو مروع کیا۔ ڈینیل گولڈ جارج کے ساتھ بڑی گرجوشی سے ملا۔ Hut میں بیٹھ کر اس نے جارج کے چہرے کو دیکھا۔

”تمہیں معلوم ہے میں یہاں کیوں آیا ہوں؟“ ڈینیل نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

مجھے تمہارا کام، تمہاری فلمیں، تمہاری تحریریں بہت پسند ہیں اور اس سلسلے میں مجھے شکریے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تم پر خخر ہے۔
آج تمہاری ماں زندہ ہوتی تو بہت خوشی ہوتی کیونکہ صرف وہ ہی اس بات کی گواہ ہے کہ.....

کہ میں تمہارا حقیقی باپ ہوں“ ڈینیل گولڈ نے انکشاف کیا۔
جارج کو یوں لگا جیسے آج اس نے دنیا فتح کر لی ہو یہ سب اس کی ماں کا کمال تھا۔

وہ ڈینیل سے لپٹ گیا اور تصور میں اس نے اپنی ماں کو آنکھ ماری۔

”Thanks Mom.“

☆☆.....☆☆

اگلے روز دونوں جیل پر مچھلیاں پکڑ رہے تھے ڈینیل نے بولنا شروع کیا:
”اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے اپنا جانشین چاہیے مجھے خخر ہے کہ تم نے چھوٹی عمر میں ہی بڑا نام کمالا یا ہے۔
لیکن ابھی تمھیں بہت آگے جانا ہے، مجھ سے بھی آگے.....“

جارج: "بھی پاپا!"

ڈینل گولڈ: تمہارا مذہب کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جارج: پایا۔ کبھی غور نہیں کیا۔

ڈینل گولڈ: "اچھا کیا۔ بلکہ بہت اچھا کام کیا۔

دراصل مذہب ہی ہر برائی کی جڑ ہے، ہر لڑائی اور فتنے کا سبب۔

ہمیں اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑنا ہوگا۔ ورنہ دنیا میں حقیقی امن کبھی قائم نہیں

ہوگا اور نہ ہی حقیقی شخصی آزادی مل سکے گی۔"

"ٹھیک کہا پاپا آپ نے" جارج نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

ڈینل نے گفتگو جاری رکھی۔ "مجھے دیکھو۔ لوگ مجھے ایک یہودی کہتے ہیں

لیکن میں ہرگز مذہب کی طاقت کو نہیں مانتا۔ سب سے بڑی طاقت پیسے میں ہے

یہی طاقت تمام مذاہب کا صفائیا کر دے گی۔

میرے پاس تمہارے لیے ایک پراجیکٹ ہے اور اس پراجیکٹ کے لیے

کروڑوں ڈالر۔ مجھے یقین ہے کہ تم میرے منصوبوں کو آگے بڑھا سکو گے میرے

حقیقی جانشین بن کر۔

جارج کو لگا جیسے اس کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیا گیا ہو..... اُس کی

خوشی دیدنی تھی۔

☆☆.....☆☆

رات کے اندر ہیرے میں بوڑھا ڈینل کسی کوفون پر مطلع کر رہا تھا۔

"لڑکا پوری طرح سے قابو میں ہے۔ مجھے اپنی کامیابی پر سو فیصد یقین ہے۔"

اسی رات جارج فون پر ولیم کو بتا رہا تھا:

”بوزھا پوری طرح قابو میں ہے اب ہمیں سرمایہ کاری کے لیے کسی بنک کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

☆☆.....☆☆

آج یہودی ڈیلیل گولڈ جارج کے گھر میں مدعو تھا۔ جارج کے کمرے میں گھستے ہی اس نے جو پہلی چیز دیکھی وہ اس کی قد آدم تصویر تھی۔

اس نے جارج کو محبت سے گلے اگالیا اس موقع پر بھی کئی تصاویر اتنا ری گئیں۔

”آج رات میں یہیں گزاروں گا۔ مجھے تمہاری ماں بہت یاد آتی ہے۔ یقیناً اس کی روح بھی خوش ہوگی۔“ ڈیلیل نے عندیہ دیا۔

”یقیناً پاپا،“ جارج خوشی سے پھولانہیں سما رہا تھا۔

”ویسے بھی مجھے تم سے ایک بڑے پراجیکٹ کے سلسلہ میں بات کرنی ہے یہ ہماری ون ٹو ون میٹنگ ہوگی۔ کھانے کی میز پر۔“

اس کے بعد میں تمہیں اپنا قانونی جاشین تسلیم کرنے کا اعلان کروں گا۔“

جارج کے لیے رات کا انتظار قیامت خیز ثابت ہو رہا تھا۔

☆☆.....☆☆

مریم کو مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، مصطفیٰ کے باپ کی قبر بھی اس کے ساتھ تھی۔

آج مصطفیٰ چند نوجوانوں کے ساتھ یہاں موجود تھا، بظاہر وہ یہاں فاتحہ خوانی کے لیے آئے تھے، لیکن ان کے چہرے کوئی اور ہی داستان بیان کر رہے تھے۔

وہ جارج تک پہنچنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مصطفیٰ نے اپنے باپ کی قبر کو مغایط
کرتے ہوئے دشمن سے بھرپور انتقام لینے کا وعدہ کیا۔
اس کے دوست اس کے ساتھ تھے۔

☆☆.....☆☆

فادر فرینڈس کو بھی یہ معاملہ ہضم نہیں ہوا رہا تھا۔ چرچ کے بیشتر افراد بھی اس
سے نظریں چارہ ہے تھے۔

اس نے مصطفیٰ سے ملنے کا فیصلہ کیا اور بغیر اطلاع اس کے گھر پہنچ گیا۔ مگر بڑی
کوشش کے باوجود وہ لڑکے سے کچھ اگلوانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس نے علاقے
کے پولیس آفیسر سے بھی بات کی لیکن ہر شخص اس موضوع سے کنی کتر ا رہا تھا۔
پولیس آفیسر نے فادر کو صبر کرنے اور خاموش رہنے کا مشورہ دیا تو فادر
فرینڈس کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔ وہ رات تک خداوند کے سامنے گڑگڑاتا
رہا۔

اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس سے فیصلے میں جلد بازی ہوئی تھی اور مریم بے
صورتھی اب وہ پچھتاوے کی آگ میں جل رہا تھا۔

☆☆.....☆☆

چھوٹے پادری نے جارج کو بتا دیا کہ معاملہ بالکل قابو میں ہے جس سے
جارج کی گھبراہٹ میں کسی حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔
”زندگی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے اب تم جانتے ہو کہ میری وجہ سے کتنے
لوگ موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔

لیکن ہمیں اپنی ساکھ کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔” پادری نے جارج کو نصیحت کی۔

جارج کا ذہن کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اُس نے مسکرا کر پادری کو دیکھا اور بولا: میں ہرگز فکر مند نہیں ہوں بلکہ میرے اندر ایک نئی طاقت نے جنم لیا ہے۔ یہ لوHut کی چابی، میرے پاس تمہارے لیے بہترین ”مال“ موجود ہے تم بھی چند دن آرام کرلو۔

چند گھنٹوں بعد پادری کی لاش کلب سے برآمد ہوئی تو فادر فرنینڈس نے پولیس آفیسر کو پوشانہ کرنے سے روک دیا۔ اس میں چرچ کی بدناہی تھی۔

☆☆.....☆☆

آن رات جارج نے بہترین لباس زیب تن کیا۔ وہ ڈینیل کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

ڈینیل نے مسلمانوں کی دہشت گردی ثابت کرنے کے لیے ایک لمبی تقریر کر ڈالی۔ اس نے جنگ یرموک (636ء)، جنگ ملاز کرد، ترکی (1071ء) جنگ زلاقہ، انلس (1086ء) جنگ نکوپوس، بلغاریہ (1388ء) جنگ کسوو (1389ء) اور جنگ موہاکس، ہنگری (1526ء) میں لاکھوں عیسائیوں کی ہلاکت اور اپیلن، بحیرہ روم، بلقان، قسطنطینیہ وغیرہ کی اسلامی فتوحات کے واقعات سنایا کہ جارج کو جوش دلایا کہ کس طرح مسلمان لشکر مسیحی علاقوں پر تاخت و تاراج کرتے رہے ہیں۔ پھر اس نے یورپی صلیبیوں کی وہ داستانیں سنائیں جو ارض مقدس فلسطین کو مسلمانوں سے واپس لینے کی صلیبی جنگوں سے وجود میں آئیں۔

مسلمانوں کی فتوحات اور صلیبی جنگوں کے یہ قصے اُسے از بر تھے۔

اُسے خوب یاد تھا کہ کس طرح پیغمبر اُنہیں صدی عیسوی کے آخري عشرے میں ارض مقدس (فلسطین) کو مسلمانوں کے قبضے سے چھڑانے کے لیے مسیحیوں پر مسلمانوں کے فرضی مظالم کے قبضے سے ناسانا کر یورپ بھر میں آگ لگا دی تھی اور پھر پوپ اربن کی آشیر باد سے صلیبیوں کے غول کے غول یروثلم کی آزادی کے نام پر شام و فلسطین پر چڑھ دوڑے تھے۔ صلیبیوں نے شام کے شہر معراجہ نعمان پر قبضہ کر کے تین دن قتل عام کیا تھا جس کے نتیجے میں ایک لاکھ مسلمان ہلاک ہو گئے تھے۔ محاصرہ انطا کیہ کے دوران صلیبیوں نے ترکوں کی لاشیں کھو دن کالی تھیں، اس خیال سے کہ وہ سونا نگل گئے ہوں گے لاشیں چاک کی گئیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پکا کر کھائی گئیں۔ (حروب صلیبیہ، عبدالحکیم شر)

پھر جون 1099ء میں جب صلیبی لشکر بیت المقدس پر قابض ہوا تو ابن اشیر کے بقول ”مسجد اقصیٰ“ کے اندر جہاں مسلمانوں نے پناہ لی تھی 70 ہزار آدمیوں کو قتل کیا گیا جن میں بڑے بڑے علماء اور عابدو زادہ شامل تھے۔ بیت المقدس میں ایک ہفتہ قتل عام ہوتا رہا اور ایک مسیحی مؤرخ مچاڑ کے بقول مسجد اقصیٰ میں ہزاروں لاشیں انسانی خون کے سمندر میں تیر رہی تھیں اور جو صلیبی مسجد اقصیٰ کے جلوخانے تک گئے ان کے گھوڑے گھننوں تک انسانی خون کے دریا میں غرق تھے۔ صلیبی سردار ٹنکرڈ نے 300 مسلمان قیدیوں کی جاں بخشنی کی تھی مگر اگلے دن کے شدید تر قتل عام میں ان سب کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور لاشوں کا بیہاں تک قیمه کیا گیا کہ سراور پاؤں میں فرق نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (حروب صلیبیہ) اس کے

بعکس 88 برس بعد جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس صلیبیوں سے آزاد کرایا تھا تو معمولی فدیہ پر تمام عیسائیوں کو شہر سے نکل جانے دیا تھا۔ لیکن تیری صلیبی جنگ (92-1189) میں جب شاہ انگلتان رچڈ فلسطین کے شہر عکہ (Aera) پر قابض ہوا تو اس نے صلاح الدین ایوبی کی طرف سے فدیہ پہنچنے کی شرط پر 2600 مسلمانوں کو امان دی تھی مگر کچھ عرصہ بعد فدیہ برداشت نہ پہنچنے پر اس درندہ صفت بادشاہ نے ان بیکس و جبور مسلمانوں کو باندھ کر وحشیانہ طریقے سے شہید کر دیا تھا۔ پھر اس نے یہ واقعہ بھی سنایا کہ چھٹی صلیبی جنگ (1220) میں صلیبیوں نے مصری شہر دمیاط پر قبضہ کر کے 70 ہزار محصورین میں سے صرف تین ہزار کی جان بخشی کی تھی اور باقی سب قتل کر دیے تھے۔ اور ان تین ہزار کی جان بخشی بھی صرف اس شرط پر کی تھی کہ وہ خود گلی کو چوپا اور مکانوں کو اپنے عزیز واقارب کی لاشوں سے صاف کر دیں۔ اور آٹھویں صلیبی جنگ میں جب شاہ فرانس لوئی نہم کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر شاہ فرانس کو بھاری فدیہ کے عوض رہائی ملی تھی۔ یہی نہیں 1270-71 میں لوئی نہم کی نئی صلیبی مہم تیونس پر اس کے حملے اور وہیں وفات پا جانے کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ آخر کار میں 1291 میں مملوک سلطان صلاح الدین خلیل اشرف بن قلاوون نے آخری صلیبی مرکز عکاظ فتح کر لیا تو یورپ کی ان دو سو سالہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا جن کا مقصد بیت المقدس سیست ارض مقدس فلسطین کو مسلمانوں سے واپس لینا تھا تاہم اگلی صدیوں میں یورپ کا صلیبی جذبہ دنیا نے اسلام پر صلیبی تسلط میں ڈھل گیا۔ شاہ اپنیں چارلس پنجم نے 1535ء میں جب تیونس کے شہر مہدیہ پر قبضہ کیا تو ایورسلے کے بیان

کے مطابق 30 ہزار بے گناہ مسلمان شہید کر دیے اور 10 ہزار غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے اور لوگوں کو جبرا عیسائی بنایا گیا۔ اسی زمانے میں اپین میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لیے نام نہاد احتسابی عدالتیں Inquisition کے نام پر کام کر رہی تھیں۔ پادریوں کے تحت یہ ”عدالتیں“ ان مسلمانوں کو شکنجوں میں کئے اور زندہ جلانے کے احکام صادر کرتی تھیں جو اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ سقوط غرناطہ (1492ء) کے بعد اس سیکی احتسابی مہم میں لاکھوں انگلی مسلمانوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا گیا حتیٰ کہ 1609ء میں اپین میں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہا۔

جارج ڈینیل کی معلومات پر حیران ہو رہا تھا۔

ڈینیل گولڈ ”میرا کام اس جنگ کو ایسے منطقی انجام تک پہنچانا ہے جس کے بعد دونوں قومیں آپس میں لڑنے کے قابل نہ رہیں اسی طرح حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے۔“

”مگر ہم یہ کام کیسے کر سکتے ہیں؟“ جارج نے سوال کیا۔

ڈینیل گولڈ: اس کے لیے بلند خیالی کی ضرورت ہے، بلند حوصلہ اور بہت سا پیسہ۔

خیال اور پیسہ تھیں میں دیئے دیتا ہوں البتہ حوصلہ تھیں خود پیدا کرنا ہو گا۔ (اس کے ساتھ ہی اس نے یہودی لائبی کی اکانومی، اداروں اور ان جگہوں کے دلفریب نظارے بھی دکھانے شروع کر دیے جن سے جارج کو دنیا ہی میں جنت نظر آنے لگی۔ حقائق؟)

جارج: پاپا! میں آپ کی خواہش کی تکمیل کے لیے دل و جان سے تیار ہوں۔
ڈینیل گولڈ: وعدہ؟

جارج: پکا!

ڈینیل گولڈ: بس تو آج سے تم میرے جانشین ہو، حقیقی جانشین!
صحیح تحریک تھا اس فلم کا سکرپٹ مل جائے گا۔ یہ سکرپٹ ہمارے بہترین
دماغوں نے تیار کیا ہے۔

اس کے لیے جتنی بھی رقم تمہیں درکار ہو تو چند گھنٹوں میں حاصل کر سکو گے۔
مجھے امید ہے کہ تم اس کام میں درینہیں لگاؤ گے۔

بلکہ ایک مقدس مذہبی فریضہ سمجھ کر اس کی تکمیل کرو گے۔

☆☆.....☆☆

جارج سکرپٹ پڑھ کر اس کے اہم نکات لکھتا جا رہا تھا بعض مناظر
اسے خوفزدہ کرنے لگے۔

بہر حال چونکہ یہ بہت بڑے بجٹ کا معاملہ تھا لہذا وہ اس موقع کو ہاتھ سے
جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

دوپھر کے کھانے پر اس نے ڈینیل سے پہلا سوال کیا:
”اس فلم سے تمام مسلمان بہت غصہ میں آ جائیں گے ان کے نبی کا معاملہ تو
ان کے لیے بہت حساس ہے۔“

تم اس کی فکر نہ کرو، یورپ نے انہیں اپنے ہی ملکوں میں الجھار کھا ہے پھر
اس معاملہ میں تم بھول رہے ہو کہ تم بھی یورپیں ہو۔

اس طرح یورپ اور مسلمانوں میں نفرت کو فروغ ملے گا اور شاید قتل و غارت بھی بڑھ جائے گی یہی ہمارا مطیع نظر ہے۔ اور اس لڑائی کی آگ کو ہمیں بھڑکانا ہے ”ڈینیل گولڈ بولتے وقت جارج کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

”اور اگر کوئی مجھ پر حملہ کر دے تو؟“ جارج نے خوف کا اظہار کیا۔

”بے قوف لڑ کے! میری سیکیورٹی فول پروف ہے اور تم میرے بیٹے..... ہو..... یہ بات کبھی نہ بھولنا پھر اس فلم کی ریلیز کے ساتھ ہی ہم کسی ایسے ملک میں ہوں گے جہاں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی اور تم وہاں کے عوام کے ہیر و بن چکے ہو گے۔

ویسے بھی ابھی تک چالیس سے زائد آرٹس اس موضوع پر کام کرچے ہیں۔

اہل یورپ کبھی بھی میڈیا کی اتنی بڑی تعداد کو گزند پہنچنے نہیں دیں گے اور

ہماری پہنچ اور حکومتی اثر و رسوخ تمہیں دنیا بھر میں معزز بنادے گا۔“

ڈینیل ہر طرح سے پر اعتماد تھا۔

”کیا تم ڈر رہے ہو، اس نے جارج سے پوچھا؟

جارج ”ہرگز نہیں پاپا۔ میں آپ کا بیٹا ہوں، آج ہی سے کام شروع کروں گا۔

ڈینیل گولڈ: جاؤ پہلے یہ بیگ کھول کر اپنی تسلی کرو۔

اور سنو، اپنے ساتھ اچھے اور وفادار دوستوں کا چناؤ کرنا۔

”فکر نہ کریں پاپا،“ جارج نے ایک نظر بیگ کی زپ کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔ جونوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

سکرپٹ پر اسٹوڈیو میں گرم بحث ہو رہی تھی۔

پیغمبر: "آخر تم نے یہ موضوع چنانی کیوں ہے؟"

"اس میں جھوٹ کیا ہے؟" جارج نے جواب دیا۔

"میڈیا آزاد اور حق بولتے ہوئے ہی اچھا لگتا ہے۔"

لیکن یہ Code of Ethics کے خلاف ہے۔ ایک اور شخص نے سوال کیا۔

جارج: تو کیا تمہاری ٹرپل ایکس فلمیں Code of Ethics کے مطابق

ہیں؟

سوال کرنے والا چپ ہو گیا۔

جارج: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ فلم پوری دنیا میں اتنی مشہور ہو جائے

گی کہ تم ہزار فلمیں بنانا کر بھی اتنا نام اور روپیہ نہیں کام سکو گے۔

پھر ذرا سوچو یہ تمہارے اذلی و شمنوں کے خلاف ہے اس سے ان کی کمر ثوٹ جائے گی اور لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہوں گے۔

آج لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنے مذہب کو بچانا ہے۔ دنیا کو مسلمانوں کا اصل روپ دکھانا ہے۔

پیغمبر: ہماری پوری انڈسٹری اس پر کام کر تو رہی ہے۔

جارج: تو ابھی تک ہوا ہی کیا ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ؟؟

جارج: یہ فلم تمہلکہ مجاوے گی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

کھل کر بات کرو، مسلمانوں کو تحریر اور غلط ثابت کرو۔

پیغمبر: لیکن اس کا بجٹ تم کہاں سے Manage کر رہے ہو؟

جارج: اس بات کو چھوڑو۔ سمجھو کہ حکومت ہمارے ساتھ ہے، ہر شخص کو اس کی حیثیت سے دو گنا معاوضہ ملے گا۔

..... ہرے ہرے

اس بات پر سب خوش ہو گئے اور کسی نے تجویز پیش کی ”تو ہو جائے ایک جام اس فلم کی کامیابی کے نام“

☆☆.....☆☆

ڈینیل گولڈ جیسی ہستی کا تعارف اور پیسے کی فراوانی۔ پھر اچانک بڑے با اثر حلقوں میں اپنی پذیرائی پر جارج کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے دنیا کا ہر خزانہ اس کے قدموں میں ہے اور اب اُسے زندگی کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مگر رات کی تہائی میں اس کی ڈھنی حالت اس کے بالکل بر عکس ہوتی۔ بالخصوص سوتے وقت اس کا بستر کانٹوں کی سیچ ثابت ہوتا۔

آج رات خواب میں وہ اپنے موسیقار دوست کی قبر پر کھڑا ساز بجا رہا تھا کہ یہاں کیک قبر کھلی اور اس کے دوست نے اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر اپنی قبر میں کھینچنا شروع کر دیا۔ جارج نے ساز اس کے سر پر دے مارا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جارج کی چینیں بھی بے اثر تھیں۔

وہ آدھے دھڑ تک قبر میں جا چکا تھا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کی چینوں کی آوازن کر ملازم اس کا دروازہ کھلکھلا رہے تھے۔

جارج نے یہ پروشن کیا اس کی سانسوں کا تسلسل اکھڑا اکھڑا ساتھا دل کی

دھڑکن اس قدر بے ترتیب تھی کہ اس میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی
پھر ایک ملازم نے روشن دان تک پہنچ کر اندر جھانا کا۔

کیا آپ ٹھیک ہیں سر؟

جارج کی خوف سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

”سر! یہ میں ہوں۔“

جارج: ہاں ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔“

جارج نے اٹھ کر پانی پیا۔

☆☆.....☆☆

آج صبح ولیم نے جارج کو ایک پریشان کن خبر سنائی۔

”ہمارے ہاں سے ایڈز کے مریض رپورٹ ہونے لگے ہیں۔ رات مجھے
ایک حکومتی الہکار کا فون آیا تھا کہ فوراً اس پر کنٹرول کرو۔“

”اس حکومتی الہکار کو نوٹوں بھرا بریف کیس بھیج دو اور اس کا شکریہ ادا کرنا کہ
اس نے ہمیں بروقت اطلاع دی۔“ جارج نے بے نیازی سے کہا۔

ولیم: اور ایڈز کے مریض؟؟؟؟؟

جارج: انہیں سفر آخوت پر روانہ کر دو۔

جارج: ”ہاں۔ اور یاد رہے کوئی بھی موت پادری کی طرح ہمارے ہاں نہ ہو
یہ لوگ اپنے گھروں میں ہی مر نے چاہئیں۔“

یہ کہتے ہوئے جارج کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ ابھری۔

”آخر ہمیں دنیا کو اس بیماری سے بچانا ہے۔ خدمتِ خلق کا فریضہ ادا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے بس۔“ ولیم نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ جانتا تھا کہ جارج سے انکار کرنے کا مطلب اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

☆☆.....☆☆

اسٹوڈیو میں جارج کی مصروفیات حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور اپنی ہر تھکن کو وہ شراب کے سہارے مٹا رہا تھا۔

دوسری طرف میڈیا والوں نے اس کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔

صحافی: سناء ہے آپ کی فلم مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کے خلاف ہے۔

”یہ تو وقت بتائے گا!“ جارج نے سپاٹ لبجے میں جواب دیا۔

صحافی: آخر آپ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں؟

”میں صرف حق بول رہا ہوں۔ کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے کیا؟“ جارج

غصے میں بولا۔ اور سکیورٹی اہلکار جارج کو گھیرے میں لے کر وہاں سے لے گئے۔

گزشتہ روز ڈینیل گولڈ ”پیش چارٹرڈ طیارے“ سے ڈنمارک پہنچا تھا۔ وہاں

اس کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں وہ سب سے پہلے جارج کے پاس گیا۔ جارج

اسٹوڈیو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

”پاپا! آپ نے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی۔“

”مجھے پتہ چلا ہے کہ تم بہت زیادہ پریشان ہو اور نفسیاتی یہجان کا شکار بھی،“

ڈینیل بینے کہا۔

جارج: نہیں پاپا۔ بس یونہی رات کو پریشان کن خواب آتے ہیں۔

یہ خواب صرف انسانی ذہن کے توهہات ہیں۔ برے خواب انسانی

کمزوریوں اور خوف کی نشانی ہیں، رات میں کسی کو اپنے بستر کی زینت بنالیا کرو۔ ڈیلیل نے جارج کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اگلے ہفتہ تمہاری فلم کا پریمیر شو ہے، میں شاید بنس کے سلسلہ میں یہاں نہ آسکوں اسی لیے ابھی وقت تھا تو سوچا اس کامیابی کا جشن پہلے ہی تمہارے ساتھ منالوں، تمہارے لیے اس خوشی کے موقع پر میں نے ایک ہیلی کا پڑھر دیا ہے۔ اب تم ہر جگہ جلد اور محفوظ ہو کر جاسکو گے۔

جارج خوشی میں ڈیلیل سے لپٹ گیا۔

”پاپا۔ یوآردی گریٹ، اب میں خود بھی آپ سے ملنے آسکوں گا۔“

”شاید!“ بوڑھے ڈیلیل نے معنی خیزانداز سے کہا۔

☆☆.....☆☆

فلم کا پریمیر شو ہوتے ہی پوری دنیا میں ایک طوفان سا کھڑا ہو گیا۔ پوری دنیا سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ دوسرے مذہبی حلقوں نے اس ہتک آمیز فلم کی پر زور نہ مدت کی۔

فون کی گھنٹیاں جارج کے سر پر ہتھوڑے بن کر برس رہی تھیں، اس کو دھاچکی کرنا پڑ رہی تھیں۔ بعض اوقات وہ مغلظات بکنے لگ جاتا۔

”تم اسے بند کیوں نہیں کر دیتے“ ملازم نے فون کے بارے میں رائے دی۔

”حکومتی اور با اثر شخصیات کے جوابات تمہارا باب دے گا دفع ہو جاؤ یہاں سے“ جارج دھاڑا۔

جارج کے اس ناروا سلوک کی وجہ سے اس کا پرانا اور وفا دار ملازم اسی وقت

گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ آج اس کی آنکھوں میں بھی جارج کے لیے نفرت تھی۔

☆☆.....☆☆

جارج نے ہر طرح سے ڈیلیل سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس کی نظریں غیر ارادی طور پر تصویر کی طرف اٹھتیں۔ وہ بار بار فون ملاتا کبھی گھر، کبھی آفس حتیٰ کہ اب تو Cell Phone بھی اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں اس کارروائی کا خیال آیا جو چند روز پہلے ہی اپنے 40 ساتھیوں کی ٹیم کے ساتھ ایسی گستاخی کر چکا تھا۔

اس نے اخبار کا نمبر لیا لیکن اس کی رسائی کسی کارروائی تک نہ ہو سکی۔ اس وقت جارج اپنے آپ کو اس بھری دنیا میں تنہام محسوس کر رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے نیچے دیکھا۔ ہر آنے والا شخص اس کے گھر کو ایک بارغور سے ضرور دیکھتا۔ اس نے پولیس کوفون کیا:

”مجھے سکیورٹی چاہیے۔“

”جی اس کا مناسب انتظام ہم پہلے ہی کر چکے ہیں آپ فکرنا کریں اور فون بند کر دیا گیا۔“

☆☆.....☆☆

مصطفیٰ کو اب یقین ہو چکا تھا کہ جارج کو قتل کرنا اس کی اہم ترین ذمہ داری بن چکی ہے۔ وہ شرعی حکم سے بھی واقف تھا۔

اس نے صحیح مسلم میں پڑھا تھا کہ ایک غزوہ کے موقع پر نبی ﷺ نے حسان

بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”تم قریش کی بھجو کرو جوان پر تیروں کی بارش سے زیادہ سخت ہوگی۔“ (حدیث: 2490)

اور صحیح بخاری (4123) کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے غزوہ قریظہ کے موقع پر حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”ان (یہود بنو قریظہ) کی بھجو کرو۔ جبریل تمہارے ساتھ ہے۔“ (حدیث: 4123)

اسے قرآن مجید کی یہ عبید بھی یاد تھی کہ ”(اے محمد ﷺ) تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے مگر میں نے ہمیشہ کافروں کو ڈھیل دی اور آخر کار انہیں پکڑ لیا۔ پھر دیکھ لو میری سزا کیسی سخت تھی۔“ (الرعد: 32/13)

تاریخ سیرت کے مطالعے سے اسے پتہ چلا کہ کفار مکہ کے علاوہ یہود مدینہ بھی تو ہیں رسالت کے مرتكب ہوئے تھے۔ وہ اہانت آمیز الفاظ، جملوں اور بھجوی شاعری کے ذریعے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ تو ہیں رسالت کا ارتکاب کرنے والوں میں جہاں قریشی سرداروں نظر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط، ابو عزہ بھجی، دو بھجو گولونڈیوں ارتب اور ام سعد اور حرش بن طلال کے نام ملتے ہیں وہیں کعب بن اشرف، بھجو گوشاعرہ عصماء، ابو عفك اور ابو رافع جیسے یہودی اس نہ موم فعل کے مرتكب ہوئے تھے۔ ان سب کو دور نبوت میں نبی ﷺ کے حکم یا علم سے قتل کیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت وہاں کے گستاخانِ رسول کے بارے میں تو یہاں تک فرمایا گیا تھا کہ اگر یہ لوگ غلاف کعبہ میں بھی لپٹے ہوں تو بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے

کہ کعب بن اشرف جب توہین رسول میں سے حد سے گزر گیا تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”کعب بن اشرف کا ذمہ کون اٹھاتا ہے؟“ اس پر محمد بن مسلم نے عرض کی: ”میں اسے ٹھکانے لگادوں؟“ آپ نے فرمایا: ہاں انہوں نے آپ سے کعب کے ساتھ کچھ باتیں کرنے کی اجازت مانگی جو عطا کر دی گئی۔ آخر کار محمد بن مسلم اس بدجنت یہودی سردار کا کام تمام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عطیک نے ابو رافع یہودی کو ٹھکانے لگا دیا۔ اسی طرح ایک نابینا صحابی کی بیوی جوشان رسالت میں گالیاں بکھتی تھیں اسے اس کے شوہرنے گلا دبا کر جہنم رسید کر دیا تو آپ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔ (کی درور میں مجرم توہین رسالت کے جراحتی ہونے کا واقعہ)

مصطفیٰ نے بنو حنفہ کے جھوٹے نبی مسیلمہ کا حشر بھی یاد کیا جو قبلہ کے 17 رکنی وفد کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہوا تھا۔ مگر ایمان لانے کی بجائے اس نے شراکت نبوت کی تجویز پیش کی تھی اور واپس یمامہ جا کر اس سلسلے میں اس نے ایک خط بھی لکھا تھا۔ آخر کار خلیفہ اول ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو مسیلمہ کذاب کی سر کوبی کے لیے بھیجا تھا، چنانچہ یمامہ کی اس جنگ میں ایک ہزار سے زائد مسلمانوں نے جانیں دے کر نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ اور اس کے 70 ہزار پیر و کاروں کو ہلاک کر دیا تھا اور یوں ایک مثال قائم کر دی تھی کہ امت کسی نوع کی توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔

جبکہ توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کی شرعی سزا کا مسئلہ ہے، اکابر امت میں اس پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے بڑی جامعیت کے

ساتھ وہ استدلال پیش کیا ہے جو ایسے مجرموں کو سزا دینے کے لیے ضروری ہے۔ قرونِ اولیٰ میں جو لوگ توہین رسول کے جرم کا ارتکاب کرتے تھے انہیں پادریوں کی اصطلاح میں بنیاد پرست (Fundamentalists) کہا جاتا تھا۔ بنیاد پرستی کی تحریک انلس (اپسین) میں یو لو جیس نامی راہب کی سرپرستی میں شروع ہوئی تھی جس نے عیسائی نوجوانوں میں یہ اندا جذبہ پیدا کیا تھا کہ پیغمبر اسلام کے خلاف اہانت کے مرتكب ہونے پر اگر انہیں قتل بھی کر دیا جائے تو یہ ان کے تقدس اور بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی علامت ہوگی۔ یہ انلس کے انموی حکمران عبدالرحمن اوسط کا عہد تھا۔ دراصل اس تحریک کا مقصد انلس میں عیسائیوں کے اقتدار کی بحالی تھا، چنانچہ ایک دولت مند عیسائی الوارو اور ایک مسجی دو شیزہ فلورا اس مذموم تحریک کے سرپرست بن گئے۔ فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ باپ مرچکا تھا اور اس کی ماں نے اسے عیسائی تعلیم دی تھی، چنانچہ وہ اپنے آبائی گھر سے فرار ہو کر یو لو جیس کے پاس چل گئی تھی اور وہ مل کر اس ناپاک تحریک کو چلانے لگے۔ عید کے روز پر ٹیکلش نامی پادری مسلمانوں کے مجمع میں گھس کر سرکار دو عالم پر سب وثتم کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ کر وہیں مار ڈالا۔ پھر ایک اور پادری آئزک نے قاضی کی عدالت میں جا کر وہی حرکت کی تو اسے قاضی کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ ان دونوں پادریوں کو عیسائیوں نے سینٹ (ولی) کا درجہ دیا۔ پھر قصر شاہی کے پھریدار سینکو کو توہین رسول کے جرم میں جہنم واصل کیا گیا۔ 11/237 851ء میں 11 عیسائی مددوں اور فلورا مذکورہ اور اس کے ساتھ میری کو اس جرم میں ہلاک کیا گیا، تاہم امیر عبدالرحمن کی نرم روی کے باعث عیسائیوں کی یہ

تحریکِ دم توڑ گئی۔ اس کے بیٹے محمد کے عہد میں پادری پولو جیس نے پھر توہین رسول کی مجنونانہ حرکت کی تو اسے اس کی محبوبہ لکر بیتیا کے ہمراہ سزاۓ موت دے دی گئی۔

تاریخ اسلام کے ان حلق کے پیش نظر مصطفیٰ نے اپنے قربی دوستوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سب اس کے ہم خیال تھے اور ان کے چہرے جوش سے تمثیل ہے تھے۔

ان کے پاس صرف ایک پستول تھا۔ اور اس میں بھی صرف 7 گولیاں تھیں۔ کیا ہمارا رابطہ مسلم مجاہدین کے ساتھ نہیں ہو سکتا؟ کیا وہ اس سلسلہ میں ہماری مدد کریں گے؟ ایک دوست نے پوچھا۔

مصطفیٰ: یقیناً وہ مدد ضرور کریں گے لیکن یہ ہمارے اپنے ملک میں ہماری اپنی جنگ ہے۔

”ہمارے والدین نے اس دارالکفر میں کچھ پیسوں اور آسائشوں کے لیے جو زندگیاں گزاری ہیں اس کا کفارہ بھی ہم ہی کو ادا کرنا ہو گا۔ ہم مزید ذلت برداشت نہیں کر سکتے۔“ ایک دوسرا لڑکا بولا۔

مصطفیٰ نے ہاتھ سے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

مصطفیٰ: ”اس کام کے لیے بہت احتیاط اور حکمت کی ضرورت ہے۔ ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“



رات ۷.T پر مسلمانوں کا رد عمل اور ریلیاں دکھائی جا رہی تھیں ہر چیز

بھر پور کو رنج دے رہا تھا۔ جارج شراب کے نشے میں دھست بستر پر اونڈھا پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بالکل ساکت تھیں۔ اس میں V.T کو بند کرنے کی ہمت بھی نہ تھی۔

توہڑی ہی دیر میں اس کی نیند اسے ایک عجیب ویرانے میں لے گئی۔
جہاں شیطان فلک شگاف قہقہے لگا رہا تھا۔

”دوست“ تم کیوں نہ رہے ہو؟؟؟ جارج نے پوچھا۔

شیطان: ”کیا کہا تھا تمہارے Christ نے تم سے لوگوں سے پیار کرو۔ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر طما نچہ مارے تو تم اپنا دوسرا گال اس کے آگے کر دو۔

لیکن تم نے خود ہی طما نچہ دے مارا۔ اور وہاں طما نچہ کا جواب ہے طما نچہ۔
ھا ھا ھا

اب آئے گا مزا!!

بکواس بند کرو، میں ڈیلیل گولڈ کا بیٹا ہوں اور کسی کی جرأت نہیں جو مجھے طما نچہ مارے۔ جارج نے حقارت اور غصے سے جواب دیا۔

”اور میں کون ہوں؟“ شیطان نے منہ پھیرا تو ڈیلیل گولڈ کی شکل جارج کے سامنے آگئی۔

پھر اس کے اشارے پر ہر طرف سے خونخوار کتے جارج کی طرف بڑھنے لگے۔ دھشت سے جب جارج کی آنکھ کھلی تو اس میں بستر سے ہلنے کی سکت بھی نہ تھی لیکن اس سے بھی عجیب واقعہ جو اُسی وقت رونما ہوا وہ V.T پر ڈیلیل گولڈ کا

بیان تھا۔

”میں نے جارج کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن میرے خیال میں اس کے اندر شیطان ہے۔“

دنیا کا کوئی مذہب ہمیں کسی نبی کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا، کم از کم میں تو اس ایک کی سخت مخالفت کرتا ہوں۔“ مسٹر گولڈ اپنے آپ کو صاف بچا گیا۔ جارج نے پوری ہمت مجتمع کر کے چین ماری اور گلدن ان اٹھا کر سکریں کو مارنے کی کوشش کی، لیکن اس کے جسم نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ بستر ہی پر گر گیا۔

☆☆.....☆☆

پاکستان میں ایک ارب پتی تاجر اپنے وفد کے ساتھ ایک فلم بنانے والے ادارے میں داخل ہوا اور وہاں کے مشہور فلم ڈائریکٹر زید سے ملا۔ ”مسٹر زید آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ہمارے دین اور ہمارے محترم نبی ﷺ کو مذاق کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

بولیے اس کا جواب دینے کے لیے آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ اگر پسہ کا مسئلہ ہے تو یہ بیجے۔ اس نے چیک بک زید کے آگے رکھ دی۔ پوری دنیا کے مسلمان اپنے تمام خزانے نبی ﷺ کی ذات پر لٹانے کو تیار ہیں۔ ہم ایک کے مقابلہ میں سو فلمیں بنادیں گے۔

عیسایوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیا آپ لوگوں کو ہمارے جذبات کا علم نہیں؟ کیا آپ میڈیا میں ہماری نمائندگی نہیں کر رہے؟ بولیے! آج اس سلسلے میں اپنی ضروریات بتائیں۔ ہم پوری کریں گے۔“

زید نے بڑے صبر سے سب باقیں سنی اور بولا:

”کیا آپ میرے ساتھ مسجد تک چل سکتے ہیں ہمیں یہ ساری بات مفتی
صاحبان کے مشورہ سے کرنا ہوگی۔“

تاجر: ہم انتظار کرنے یا وقت ضائع کرنے نہیں آئے ابھی چلنے۔

☆☆.....☆☆

مسجد میں مفتی صاحب نے بڑے پیار سے سب کا استقبال کیا۔

”آپ سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ مجھے فون پر زید صاحب نے سب کچھ بتا
دیا تھا۔ نبی ﷺ سے محبت کا یہ عالم اللہ اکبر۔“

بخدا! ہم سب ان کی محبت میں جان دینے کو تیار ہیں۔

تاجر: تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟“

مفتی صاحب: بیٹا لفظ صبر اور انتظار میں تھوڑا سا فرق ہے، بالخصوص اس
معاملہ میں۔

تاجر: صبر؟ کیسا صبر اور کیوں؟

مفتی صاحب: اچھا ایک سوال کا جواب دو۔

”کیا آپ سب لوگ ایک ہی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں چلے تعارف کر لیتے
ہیں؟“

آپ؟؟؟

جی..... بریلوی

آپ؟..... دیوبندی

آپ؟.....اہل حدیث

آپ؟.....اہل تشیع

مفتی صاحب: چلیں اتنا ہی کافی ہے آج اس مسئلہ پر آپ سب اکٹھے ہیں۔

میرا سوال ہے کہ کیا آپ میں سے کوئی بھی اللہ اور نبی ﷺ کے حکم سے

روگردانی کر سکتا ہے؟“

تاجر: ”جب نہیں“

مفتی صاحب: تو پھر اللہ اور نبی ﷺ کے حکم کے مطابق ہم نہ کسی کے خدا

کو برا کہہ سکتے ہیں، نہ نبی کو کیوں کہ نبی تو ہم سب کے ساتھے ہیں اور نہ ہی

نہ ہب کو برا کہہ سکتے ہیں!

کیونکہ تمام انبیاء کا نہ ہب اسلام ہی تھا۔ کیا آپ لوگوں نے قرآن و حدیث

میں اس کا مطالعہ کر رکھا ہے؟“

تاجر: جی ہاں! مگر نہ اہب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہیں۔

مفتی صاحب: ”تو اس میں انبیاء کا کیا قصور؟ اس نہ ہب کے نام کا کیا

قصور؟ نہ اہب میں تحریف اور نئی با تئیں شیطانی افعال ہیں۔

اگر برا کہنا ہے تو شیطان کو کہو، اس سے لڑو، قتل کرو، لیکن کسی نبی کے لائے

ہوئے نہ ہب کی تو ہیں نہیں کی جاسکتی۔

اگر تمام نہ اہب سے مشترک Factor کال سکوت و تم انہیں اسلام کے قریب

پاؤ گے۔

البتہ شیطان کے ساتھ جنگ کی تمہیں کھلی اجازت ہے، ان بیمار ذہنوں کا

علام ہر اس طریقہ سے کرو جو شیطانیت کو ہوا دے رہے ہیں۔

جو اپنی مذہبی تعلیمات کے منافی دوسروں کے انیاء کو برا کہہ رہے ہیں یقیناً ہمارے مذہب میں ایسے شیطان صفت انسان کی سزا موت ہے۔

لیکن میں پھر کہوں گا کہ اس سے پورا مذہب برائیں ہو جاتا، پوری قوم پر تمہت نہیں لگانی چاہیے۔

تاجر: لیکن مفتی صاحب قرآن میں واضح ہے کہ عیسائی اور یہودی کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔

مفتی صاحب: آہ! کیا ان دونوں کو نکال کر باقی سب تمہارے دوست ہیں۔

قرآن و سنت میں تو جنگ کے بھی آداب سکھائے گئے ہیں تمہیں تو مفتوحہ علاقے میں غیر ضروری درخت کاشنے کی اجازت نہیں۔

پھر بچہ، عورت، بوڑھا اور ہر وہ شخص جو تم پر تکوار نہ اٹھائے وہ بھی اُس میں ہے۔ اس گلوبل و پیچ میں تمہیں نئے معابرداروں میں شریک ہونا ہو گا۔

جیسے نبی ﷺ نے یہودیوں اور کفار کے ساتھ کئی معاهدے کیے۔

اسی معاملہ کو دیکھ لو! اگر انیاء اور نبی ﷺ کے خلاف تو ہیں نہ کرنے کا کوئی معاهدہ طے پا جاتا ہے تو انسانیت کس قدر محبت کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

کیا اس موضوع پر کوئی پیش رفت نہیں ہو سکتی، ہر مذہب سے ہمیں تحمل اور

بردباری کے اصول لے کر مشترکہ لائجِ عمل ترتیب دینا ہو گا۔

اسلام اس کا بہترین حل پیش کرتا ہے، صرف ایک بار اس پر صاف ذہن سے تحقیق کی ضرورت ہے۔

اگر تمام دنیا کے مسائل اس سے حل نہ ہوتے ہوں تو قسم ہے اس ذاتِ باری تعالیٰ کی میں خود اپنی گردن کٹوانے کو تیار ہوں۔

آج کی سپر پاور کو خود یہ سوچنا چاہیے کہ آخر افغانستان میں یہ سارا معاملہ مسلمانوں کی وجہ سے پیدا ہوا یا روسی استعماری حملے سے؟ کیا افغانستان پر روی فوجی تسلط اور پھر امریکی حملے سے پہلے اس خطے میں کوئی دہشت گردی تھی؟

کیا عراق میں کیمیکل ہتھیار نکلے؟ کیا یہ عالمی شہرت یافتہ جھوٹوں کے سردار بُش اور بلیز کا ابلیسی پروپیگنڈہ نہیں تھا؟ کیا یہ ساری کارروائی عراقی تیل پر قبضے اور اسرائیل کے تحفظ کے لیے نہیں کی گئی؟ بغداد پر امریکیں قبضے کے بعد صدر بُش نے یہ کیوں کہا تھا کہ اب اسرائیل اور فلسطین امن سے رہ سکیں گے؟ کیا صدام کا سب سے بڑا قصور یہ نہیں تھا کہ وہ اسرائیل کے ظالمانہ تسلط کے خلاف جدوجہد کرنے والے فلسطینی سرفرازوں کے اہل خانہ کو رقوم پہنچاتا تھا؟ کیا یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبلہ اول بیت المقدس (یریثم) پر یہودی قبضے کو دوام بخشنے کے لیے کیا گیا؟

پھر ابھی تک وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بوسنیا کے پر امن مسلمانوں کا قتل عام کیوں کر کیا گیا؟ کیا بوسنیا کے ایک مسلم اکثریتی ملک بن جانے کے امکان کو روکنے کے لیے تین سال تک مسلمانوں کی وحشیانہ نسل کشی نہیں کی گئی اور کیا بوسنی مسلمان جو پہلے ملکی آبادی کا 45 فیصد تھے، اب 38 فیصد نہیں رہ گئے؟

فلسطین والے کب تک بے گھر زندگی گزاریں گے۔ کیا صہیونی ریاست اسرائیل دنیا میں نسل پرستی کی بدترین مثال نہیں جو فلسطینی مسلمانوں کا پچھلے 61

برسون سے قتل عام کر رہی ہے؟ کیا مغرب کے پاس ایرانی صدر احمدی نژاد کے ان سوالوں کا جواب ہے کہ

۱: نام نہاد ہولو کاست کہاں پیش آیا۔ اور فلسطینی عوام کو اس کی قیمت کیوں چکانا پڑی۔

۲: یورپ میں ہولو کاست پر ریسرچ کو منوع کیوں قرار دیا گیا اور اس کے ذمہ داروں کو سزا کیوں نہ دی گئی۔

کشمیر کا مسئلہ جمہوری طریقہ پر کیوں حل نہیں کیا جاتا؟ کیا یہ مسئلہ آخری برطانوی و اسرائیلی ماڈنٹ بیٹھن اور ریڈ کلف کا پیدا کردہ نہیں؟ کیا یہ این اونے اپنی قراردادوں میں اہل کشمیر کو حق خود ارادیت دلانے کی ضمانت نہیں دی تھی اور کیا پچھلے سانچھ برسون میں یہ این اونے مغرب کے لاؤ لے بھارت کو ان عالمی قراردادوں پر عمل درآمد کا پابند کیا ہے؟ مشرقی تیمور کے پانچ لاکھ عیسائیوں کے لیے تو فوراً ریفرنڈم کرا دیا گیا مگر ڈیڑھ کروڑ کشمیریوں کے لیے ریفرنڈم کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا؟ اور برطانوی وزیر خارجہ بر صغیر آ کر کشمیر پر عالمی قراردادوں کو فرسودہ کیوں ٹھہراتے ہیں۔

کیا حماقت ہے کہ نفرتوں کے بیچ یوں محبت کی فصل کا انتظار؟
حد ہو گئی ہے یوقوفی کی۔

لیکن ہمیں ایسا نہیں کرنا۔ ہم کسی مذہب، کسی نبی اور کسی کے خدا کو برلنہیں کہہ سکتے۔

اس کی ہمارے مذہب میں قطعی اجازت نہیں۔

تاجر: اور وہ اگر ہمارے گھروں پر چڑھ آئیں تو؟؟

مفتی صاحب: پھر وہ ہمیں اپنے ایسی ہتھیاروں سے بھی ختم پائیں گے۔

اس وقت بھی انہیں معلوم ہے کہ وہ لوہے کے پختے چبانے کی کوشش

کر رہے ہیں۔

آن کا میدیا کتنا ہی جھوٹ بول لے لیکن وہ جانتے ہیں کہ ان کی فوج اور

تمام ٹیکنا لو جی ساہہ سال سے سادہ بندوق بردار پٹھانوں کو بھی زیر نہیں کر سکی۔ لہذا

ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ امن کا راستہ اختیار کریں۔

سلامتی کا راستہ.....“

☆☆.....☆☆

جارج کے وکیل کی درخواست پر اس کی سیکورٹی بڑھا دی گئی تھی۔ ڈاکٹر

مسلسل اسے ادویات دے رہا تھا مگر اس کی حالت دگر گوں ہوتی جا رہی تھی۔

اسے ہر شخص۔ ہر مذہب سے نفرت تھی۔ ہر (ازم) کو خاتمت کی نگاہ سے

دیکھتا تھا۔

وہ نہیں بک رہا تھا۔

”ہر انسان کو اس دنیا میں نگا پھرنے کی آزادی کیوں نہیں؟“

یہ سب میرے کیا لگتے ہیں جو میں ان کے کہنے پر چلوں؟؟؟

میرے پاس دولت ہے اور میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جو چاہوں کروں۔

ارے نینسی تو پا گل تھی۔

اور میری ماں بھی

”میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ میرے باپ بھی ایک سے زیادہ ہیں۔“

اور وہ سب اپنی خواہش کے مطابق زندگی بس رکر رہے ہیں۔

سب کو ایسی آزادی ملئی چاہیے..... سب کو.....

محجور آڈا کٹر کو اسے ایک ٹیکہ لگانا پڑا۔

☆☆.....☆☆

ایک دو روز میں وہ کچھ بہتر محسوس کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے اسے نارمل رہ کر عام لوگوں کی سی زندگی بس رکرنے کی ہدایت کی۔ اسے کچھ ایسے میگزین اور اخبار مہیا کیے گئے جن میں اس کی ہمت اور بہادری کی تعریف کی گئی تھی۔

ان کا روئنسٹ لوگوں کے چرچے پڑھ کر بھی وہ خوش ہو رہا تھا جنہوں نے نبی ﷺ کے گستاخانہ کارٹون بنانے کی ناپاک جسارت کی تھی۔ بلاشبہ یورپ کی ان حکومتوں نے ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

40 افراد کے انسانی حقوق کا معاملہ اربوں مسلمانوں سے زیادہ اہم تھا۔

☆☆.....☆☆

جارج کو کچھ دن کے لیے ایک پروفیشنل مقام پر بیٹھج دیا گیا۔

یہاں کے لوکل سکول کی ہیئت جارج کو جانتی تھی۔ اس نے جارج کے لیے سکول میں تھیڑ سے متعلق ایک تقریب منعقد کی جس میں اسے کرسی صدارت پر بٹھایا گیا۔

بچوں کے پیش کیے گئے ڈرامے کے بعد جارج کا تعارف کروایا گیا اور اس کی بہادری کی تعریف کی گئی۔

تقسیم انعامات کی تقریب میں ایک نخاگول مٹول سا بچہ جارج کو بہت پیارا لگا۔ جب وہ انعام لینے کے لیے آیا تو بچہ کچھ ناراض سالگ رہا تھا۔

جارج گھننوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا اور پوچھا: ”تمہارا نام؟؟؟“ ”حسین“ بچے نے جواب دیا۔

کیا تم سچ فلم بنانے والے جارج ہو؟ بچے نے جواباً سوال کیا۔
جارج: ہاں! تمھیں کوئی شک ہے۔

تمام ہال سکتے میں آگیا جب سب لوگوں نے دیکھا کہ بچے نے طماںچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ پھر رک گیا اور بولا! نہیں نبی کریم ﷺ نے رخار پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور غصے میں زمین پر تھوک کر واپس چلا آیا۔
جارج غصے سے پاگل ہو چکا تھا۔

ٹیچر نے بچے کو اٹھایا اور منتظر سے غائب ہو گئی۔

سکیورٹی کے عملہ نے بڑی مشکل سے جارج کو گاڑی میں بٹھایا۔ جارج کو دوا دی اور بڑی مشکل سے اسے سلایا گیا۔

آج رات پھر وہی شب قیامت تھی۔ خواب میں اس نے خود کو گندگی اور غلاظت سے بھرے ہوئے گڑھے میں دیکھا وہ باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔
اس کے جسم پر غلیظ کیڑے رینگ رہے تھے۔
صح اس نے فوری واپسی کا فیصلہ کر لیا۔

واپسی پر جارج کی نظر اچانک درختوں میں چھپے ہوئے مصطفیٰ پر پڑی تو خوف سے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

مگر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ جب سکیورٹی والوں نے تمام اطراف کا جائزہ لیا تو مصطفیٰ کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔
لیکن جارج اب ایک نئے خوف میں بیٹلا ہو گیا۔

☆☆.....☆☆

گھر آ کر جارج نے ہر طرف سے کھڑکیاں بند کر لیں تھیں، اس کا باعچپ سکیورٹی والوں سے بھرا تھا، مگر ایک عجیب بے اطمینانی کی کیفیت اس پر طاری تھی۔
جارج کی نظر اپنے ہاتھ پر پڑی تو ایک بڑا دانہ اسے اپنی ہاتھیلی کی پشت پر نظر آیا، اس میں ہلکی ہلکی خارش تھی اور درد کی لیٹیں اٹھ رہی تھیں۔

☆☆.....☆☆

صحح کے اخبار میں خبر چھپی تھی کہ توہین رسالے کے خاکے شائع کرنے والے ایک جرم ان اخبار ڈائی ویلٹ کے ایڈیٹر پر عامر نامی ایک شخص نے چاقو کے پے در پے وار کر کے اسے قتل کرنے کی کوشش کی۔

جارج کے ماتھے پر پیمنہ آ گیا۔ اس نے فون اٹھا کر پولیس والوں سے سکیورٹی کی بے احتیاطی کا گلہ کیا اور انہیں سخت ست کہا۔
اس پر پولیس والے کو بھی غصہ آ گیا۔

”یہ حملہ اس انداز سے ہوا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ کل کلاں اگر تم پر کوئی خود کش حملہ کر دے تو ہمارا اس میں کیا قصور ہو گا؟“

مصیبت میں تو تم نے ہمیں بیٹلا کر رکھا ہے۔ خبردار! میں آئندہ بد تیزی برداشت نہیں کروں گا۔“ یہ کہہ کر پولیس والے نے بھی فون بند کر دیا۔

جارج کا پورا جسم پینے میں بھیگ چکا تھا۔ وہ منہ دھونے کے لیے جب واش
بیکن پر آیا تو خونزدہ ہو گیا۔

اس کے چہرے پر دیے ہی کئی دانے دکھائی دے رہے تھے۔
اس نے فوراً ڈاکٹر کوفون کیا۔

ڈاکٹر نے پورے جسم پر دانوں کا معائنہ کرتے ہوئے بتایا:

”شاید یہ کثرتِ شراب نوشی کا نتیجہ ہے، تمہارا جگہ بے کار ہو رہا ہے۔ تمہیں
سکون آور دوائیاں بھی چھوڑنا ہوں گی ورنہ یہ مرض تمہارے لیے جان لیوا بھی
ہو سکتا ہے۔ بہر حال تم فوراً مکمل چیک اپ کرو۔“

اور ڈاکٹر کا اندازہ صحیح نکلا۔ یہ نشان بڑھتے چلے جا رہے تھے جبکہ جارج کو ہر
لمحہ شراب کی ضرورت تھی۔ جارج کی دماغی کیفیت اس کے کنسروں سے باہر تھی۔
جب تو ہین رسالت کے خاکے بنانے والا ایک آرٹسٹ نامعلوم وجہ کی بنیاد
پر مرا ہوا پایا گیا تو جارج نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا۔ وہ مسلسل ہڈیاں
بک رہا تھا:

جارج: ”میں نہیں مر سکتا۔“

کسی کی جرأت نہیں جو مجھ تک پہنچ سکے۔

میں سب سے بڑا حراثی ہوں۔

سب کو کھا جاؤں گا۔

پھر وہ ہمت کر کے انٹھا اور ڈیلیل گولڈ کی بڑی تصویریک پہنچا۔
لیکن تو مجھ سے بھی بڑا حراثی ہے۔ مکار۔ مطلب پرست۔

اگر تو میرا بابا ہے تو.....

سب سے پہلے میں تجھے ماروں گا۔

یہ کہہ کر اس نے چاقو اٹھایا اور تصویر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

☆☆.....☆☆

صح اس نے دروازہ کھولا تو اسے باعینچے میں اپنے ملازم کے ساتھ ایک چھوٹا سا کتنا کھیلتا نظر آیا۔ آج جارج نے اسے بہت دنوں کے بعد دیکھا تھا۔

ٹائی۔ ٹائی۔ یہاں آؤ جارج نے اسے بچپا را۔

کتنا بھاگتا ہوا جارج کے قریب آیا، لیکن رک گیا اس نے حیرت سے جارج کے بدنما داغوں کو دیکھا اور ائے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔

جارج نے آگے بڑھ کر کتے کو پیار کرنا چاہا تو بھاگ کر میز کے نیچے چھپ گیا۔

جارج گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بلک بلک کرو نے لگا۔

اس کے ملازم نے آج کا اخبار اس کے سامنے رکھا اور بولا۔

”میرا خیال ہے آپ کو یہ خبر پڑھ لئی چاہیے۔ میں چھٹی پر گاؤں جانا چاہتا ہوں آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ فوراً ہسپتال داخل ہو جائیں۔

جارج نے اخبار پر نظر ڈالی۔ ایک کار ٹوٹ کی آگ میں جل کر منے کی خبر تھی۔

”کیا تم مجھے موت سے ڈرانے آئے ہو، دفع ہو جاؤ ذلیل کے نیچے۔

وہ اپنا غصہ ملازم پر نکالنے لگا۔

کھڑکی میں جب اس نے اپنے آخری ملازم کو بھی جاتے دیکھا تو وہ سنجیدگی سے اپنی موت کے بارے میں سوچنے لگا۔

اس کے ماتھے پر پینے کے قطرے تھے۔ وہ ڈاکٹر کی تمام ہدایات بھول کر شراب میں تکین حاصل کرنے لگا۔

رات اس نے نیند حرام کر دینے والا خواب دیکھا.....

اس کی میت لاوارث پڑی تھی اور بچے ایک لمبی قطار میں باری باری اس پر تھوک رہے تھے۔

☆☆.....☆☆

صحیح ڈاکٹر کے آنے پر سکیورٹی والوں نے کھڑکی توڑ کر دروازہ کھولا۔

”جارج اگر برانہ مانو تو ایک بات کہوں؟“ ڈاکٹر نے آہتہ سے پوچھا۔

”بولو“ جارج بہت تکلیف میں تھا۔

ڈاکٹر: چدق جا کر اعتراف کرلو۔ تمہیں کچھ سکون ملے گا۔

جارج: نہیں، کبھی نہیں۔

ڈاکٹر: غصہ مت کرو، میں ایک ڈاکٹر ہوں اس طرح سک سک کر منے سے بہتر ہے کہ کم از کم اپنا کھارس کرلو۔

اعتراف سے سکون بھی ملتا ہے اور کھارس بھی ہوتا ہے۔ شاید Healing کی بھی کوئی صورت نکل آئے۔

جارج پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔ ”بے وقوف ڈاکٹرم بھی“

حا حا ها

میرے خیال میں مجھے اب تمہاری بھی ضرورت نہیں۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ ان سکیورٹی والوں سے کہو کہ یہ بھی یہاں سے دفع ہو جائیں۔

ڈاکٹر اور سکیورٹی آفیسر دونوں نے کندھے اپنکائے اور گھر خالی کر دیا۔

صرف سکیورٹی آفیسر نے جارج سے ایک کاغذ پر دستخط لیے۔

☆☆.....☆☆

مصطفیٰ کو جارج کے گھر سکیورٹی والوں کے چلے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے کہا۔

”بہت احتیاط سے کہیں یہ کوئی چال نہ ہو۔“

☆☆.....☆☆

آدھی رات کو جارج نے اپنے گرد چادر لپیٹی اور دروازہ کھول کر گرجے کی طرف چل دیا۔

”فادر فرینڈس۔ فادر فرینڈس۔“

دیکھو میں آیا ہوں۔ جارج۔ عظیم فلم میکر

میرا عتراف سنو!

سنو! ”میری“ کو میں نے ہی قتل کیا تھا، وہ بے گناہ تھی اس پر الزام بھی میں نے لگایا تھا تمہارا حرامی پادری میرا ساتھی تھا۔

وہی اُسے درگلا کر میرے پاس لا یا تھا بہت سے پیسے دیئے تھے میں نے اس پادری کو جانتے ہوں کہاں ہے وہ! ہاں میں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں

نے اسے بھی مارڈا۔ میں نفرت کرتا ہوں اس دوزخی سے۔
بہت نفرت کرتا ہوں ”میں جانتا تھا“، قادر فرینیڈس کی دھیمی آواز اس کے
کانوں سے ملکرائی۔

جارج نے مذکور دیکھا۔ پادری کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

”تمہارا معاملہ اعتراف سے حل ہونے والا نہیں، تم قاتل ہو، انسانی جان
کے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کی مجموعی تعداد شامل کی جائے تو ڈیڑھ ارب سے
زاں انسانی جذبات کے“ قادر فرینیڈس نے لرزیدہ لمحے میں کہا:
جاو۔۔۔ کسی مسجد میں۔۔۔ پہلے گڑ گڑا کر اس مکروہ کیفیت سے نجات حاصل
کرو۔

اگر معافی مل جائے تو عدالت میں پیش ہونا پھر وہاں قانون کے سامنے
گڑ گڑا انا۔

جاو! اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ قادر فرینیڈس نے اسے سمجھایا۔

جارج یہ سن کر پھر کے بت کی طرح خاموش کھڑا رہا پھر ہارے ہوئے
جوواری کی طرح بوجھل قدموں سے چلتا ہوا چرچ سے باہر آ گیا۔

اس کا رخ اب مسجد کی طرف تھا۔

سیرھیوں پر اس نے ایک شخص سے پوچھا:
”مجھے جانتے ہو؟“

جواب میں اس شخص نے جارج کے ہاتھوں میں ایک سکہ تھما دیا۔
”میں بھکاری نہیں ہوں، مجھے تم سب سے ایک بات کرنی ہے۔“ جارج

نے چیخ کر کہا:

میں جارج ہوں۔ عظیم فلم پروڈیوسر۔ تاریخ کا رخ پلٹ دینے والا فمساز
دیکھو! تم سب کو میری بات سننا ہوگی۔
شاید ہم لوگ کسی مفاہمت پر پہنچ سکیں۔
کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ سب نفرت سے منہ موڑ کر اپنی اپنی راہ ہو
لیے۔

مصطفیٰ ایک ستون کے پیچے کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔ جب مسجد خالی ہو گئی تو
مصطفیٰ قریب ہو کر بولا:

”ہم اپنے نبی ﷺ کی توبین کرنے والوں سے مفاہمت نہیں کیا کرتے،
اے صرف جان سے مارتے ہیں لیکن میں چاہوں گا کہ ایک بار تم مریم سے ملو۔
شاید نجات کا کوئی راستہ نکل آئے۔

جارج: ”مریم!! کون مریم؟“

مصطفیٰ: نینسی۔ الحمد للہ وہ شہادت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھی۔

جارج: کہاں ہے وہ؟

مصطفیٰ: مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر اسے تلاش کرو۔ بعد میں اپنے
موسیقار دوست کے پاس آ جانا۔ مجھے اپنا منتظر پاؤ گے۔
شاید مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے۔

☆☆.....☆☆

صح سویرے مسلمانوں کے قبرستان میں جارج پاگلوں کی طرح مریم کی قبر کو

ڈھونڈ رہا تھا۔ اچانک اسے ایک طرف کتوں کا غول نظر آیا۔ غراتے ہوئے کتے اسی کی طرف آرہے تھے۔

اسے اپنا خواب حقیقت بن کر صاف دکھائی دینے لگا۔ وہ جان بچا کر ایک طرف سر پڑ بھاگ اٹھا۔

گرتا پڑتا جب وہ موسیقار کی قبر پر پہنچا تو مصطفیٰ وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔

”مجھے معلوم تھا یہی تمہارا آخری ٹھکانہ ہے۔“ مصطفیٰ نے پستول لوڈ کرتے

ہوئے کہا:

جارج نے چادر گرا کر اپنے خون آلو دچھرے کو ہاتھ سے صاف کیا تو مصطفیٰ کا روای کانپ اٹھا اور وہ بے اختیار قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگا۔

بے اختیار اس کے منہ سے قرآن پاک کی آیات جاری ہو گئیں۔
جارج زمین پر گر گیا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“
مصطفیٰ نے اسے اردو ترجمہ سنایا۔

”اور جس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

جارج گزگزانے لگا۔

”مجھ پر ایک احسان کرو۔ میرا اس زندگی سے پیچھا چھڑا دو۔ دیکھو تم جانتے ہو کہ میں تمہارے باپ کا قاتل ہوں۔“

مصطفیٰ: تم نے امت مسلمہ کو خواب غفلت سے جگایا ہے۔
 تم نے ہمارے بکھرے ہوئے فرقوں کو ایک حب رسول ﷺ کی مضبوط لڑی
 میں پروردیا ہے۔

تمہاری ایک حرکت سے پوری دنیا میں نبی ﷺ کا نام مزید بلند ہوا ”ورفعنا
 لک ذکرک“ اور ان کی امت کا ہر فرد بلا امتیاز رنگ و سل اور مسلک حرمت
 رسول ﷺ پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گیا۔
 ”اللہ اکبر“

دہ چالیس چلتے ہیں مگر ”واللہ خیر الماکرین“ اللہ کی چال سب سے
 اچھی ہے۔

یقین کرو..... تم ہمارے نہیں اپنی قوم کے دشمن ہو۔
 ”اپنی قوم کا دشمن میں نہیں! ڈیلیل گولڈ ہے۔“

مصطفیٰ مسکرا یا: ہاں! وہ یہودی اور اُس کا پورا نیٹ ورک عیسائیوں اور
 مسلمانوں کا دشمن ہے۔ لیکن کاش تم اپنی شیطانی ہوس میں گرفتار ہونے سے پہلے
 اس بات کو سمجھ لیتے

یہ کاپی اور قلم تمہارے پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔

تاکہ تم مرنے سے پہلے اپنی قوم کو کوئی پیغام پہنچا سکو (اپنی قوم کے نام کوئی
 پیغام لکھ سکو۔)



تمام اخبارات کو جارج کی جو آخری وصیت ملی وہ گورکن نے اس کے کہنے

کے مطابق اس کی موت کی خبر کے ساتھ سب کو ارسال کی تھی۔ اس نے لکھا تھا:
”میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنی قوم کا مجرم ہوں۔

میں نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متعدد کیا اور ان کے دل میں ان کے
نبی ﷺ کی محبت جگا کرنا قابل معافی و تلافی جرم کا ارتکاب کیا۔

میری وصیت کے مطابق جو شخص بھی میری قبر کے قریب آئے وہ ڈینیل گولڈ
پر بلند آواز سے لعنت بھیجے۔ شاید ”مجھے کچھ سکون ملے“

لیکن یہ وصیت کہیں بھی نہ چھپ سکی کیونکہ
”اظہار رائے کی آزادی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔“



مختار عالم میڈیا کے میدان میں ایک تحریک کا نام ہے۔ مقصدیت سے بھر پور تحریک، جس کے پیچھے پروفیسر عبدالجبار شاکر، مولانا فضل الریجم، بابا اشراق احمد اور ایسے کتنے ہی بزرگوں کی خواہشات پہنچاں ہیں۔ ان کا ہر پروگرام انفرادی ہے۔

ان کے سو فٹ ویری Read n Win نے لاکھوں بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھنا سکھا دیا۔ حادی کی سیریل بچوں کے لیے قرآن کی پہلی تفسیر کا روپ دھار رہی ہے۔ ناموس رسالت کے لیے مر منے پر تیار ہیں لیکن دینی حدود اور ذمہ داری کا احساس ہر پروگرام کو مشرکین کی بے لگام اظہار آزادی کے مقابلہ میں ایک وقار دیئے ہوئے ہے۔ لہذا ”شاتم“ ہو یا ”اجالے جنوں کے“ یا پھر اس موضوع پر تمام وہ ڈاکومیٹریز جوزیر تکمیل ہیں۔ ہر باؤش گستاخ کے ہوش اڑادینے کے لیے کافی ہے۔

میڈیا میں ان کے ٹریننگ پروگرام منفرد ہیں جو چینز کو سینکڑوں باوقار افراد مہیا کر چکے ہیں۔ مختار عالم کی کوئی خواہش ایسی نہیں جسے ہم نے پورا ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ امّہ کے نامور بزرگوں کی دعائیں ان کے شامل حال ہیں۔ اسی لیے یقین ہے کہ آج کل یہ جسٹی۔ وی چینی کا نیا ماڈل لیے ہر جگہ مشاورت کرتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ بھی اللہ کے فضل سے امّہ کو ایک نئی جہت سے روشناس کروائے گا۔

کتاب رائے

پبلیشورز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات



فرست فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو پازار، لاہور فون: 37320318 ٹیکس: 37239884

ای میل: Kitabsaray@hotmail.com